علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ماہ نامہ
ذوق و شوق
کراچی
رجب المرجب / شعبان المعظم
فروری 2024
تصویر کا عنوان بتایئے
اور انعام پایئے
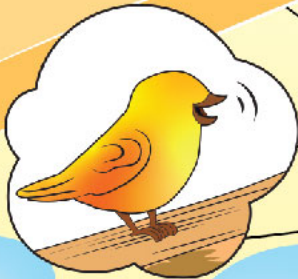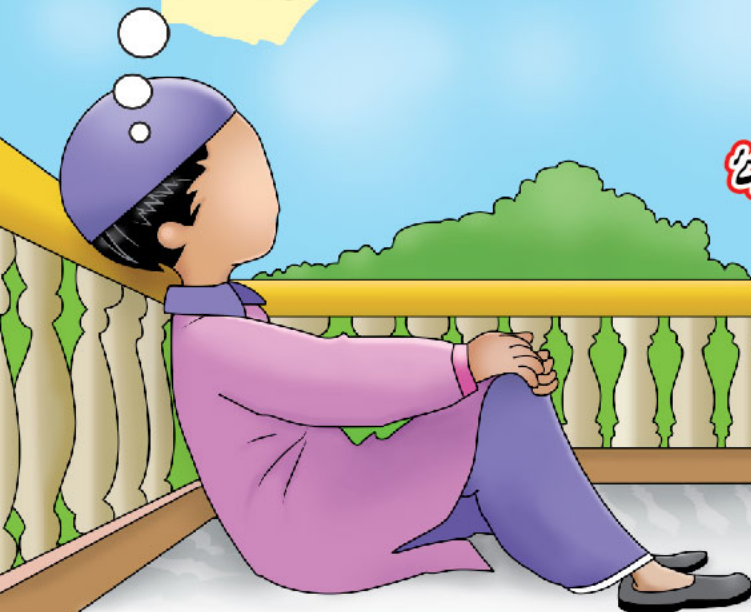
SHE SHOES
LADIES & KIDS
ANNUAL SALE
Kids All Variety
1000/1200
Ladies All Variety
1500/1200/1000
Sunday Open
2:30 Pm
Eid Variety On Display
Shop no. 14-15 Lavish Mall Oppo. Rabi Center,Main
Tariq Road Karachi.Tel:0213-4547778 0213-34327331

عبداللہ بن مسعود

(مفہوم آیت، از سورۂ بقرہ: 155، 156 اور 157)

''جو لوگ صبر سے کام لیں انھیں خوش خبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ''ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔''

عزیز دوستو! اِس دنیا میں ہر اِنسان کو تکلیف بھی سہنی پڑتی ہے اور پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے دین نے ہمیں صبر اور برداشت کی تعلیم دی ہے اور تین کام سکھائے ہیں:

❶ کسی بھی مصیبت اور پریشانی میں دوسروں کے سامنے شکوے، شکایتیں نہیں کرنی چاہییں۔

❷ فوراً اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا ہے اور یہ سوچنا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں، اللہ کی مرضی ہمیں جس حال میں رکھے، ہم تو اپنے پیارے اللہ کی مرضی میں راضی رہتے ہوئے اپنے کاموں میں مشغول رہیں گے۔

❸ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے ہوئے یہ سوچنا ہے کہ ہمیں ہمیشہ تو اِس دنیا میں رہنا نہیں ہے، لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے تو یہاں کی پریشانی کا بدلہ وہاں ملے گا، ان شاء اللہ!

عزیز دوستو! جو شخص مصیبتوں اور پریشانیوں میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسے خوش خبریاں ملتی ہیں اور ایسے لوگ سیدھے راستے پر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

راشد علی نواب شاہی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت بات پیش آتی تو فرماتے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ! بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیثُ۔ (ترمذی)

عزیز ساتھیو! الحمد للہ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زندگی میں مشکلات، تکلیفیں اور پریشانیاں آتی ہیں تو ایسے موقع پر ہمیں وہ کرنا چاہیے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔

آج کل فلسطین کے مسلمانوں، عورتوں اور خاص طور سے بچوں پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ان پر ہر مسلمان کا دِل رنجیدہ ہے اور ہر مسلمان فکر مند ہے۔ یہ مسلمانوں پر سخت حالات ہیں تو اِس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اس مشکل کا حل ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کی ایک نشانی بھی۔

جو دُعا اوپر درج ہے۔ آیئے، آج سے ہم سب اس دُعا کے مانگنے کا اہتمام کریں۔ اس خوب صورت دعا کا ترجمہ یہ ہے:

''اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے تمام مخلوق کو سنبھالنے والے! میں آپ کی رحمت کے واسطے آپ سے مدد مانگتا ہوں۔''

یہ دعا سب بچے اپنے دوستوں کو اور بچیاں اپنی سہیلیوں کو ترجمے کے ساتھ سکھائیں۔ آیئے، سب مل کر دعا کریں کہ اے اللہ کریم! فلسطین کے مسلمانوں کی حفاظت فرما۔ جو زخمی ہیں، انھیں تن درستی عطا فرمائے اور فلسطین کے مسلمانوں کو ثابت قدمی عطا فرما۔ آمین!

جھلکیاں

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

رجب المرجب / شعبان المعظم ۱۴۴۵ ہجری | جلد: 19

شمارہ: 02

■ ناشر ~~~ محمد عارف رشید

مجلس ادارت

■ مدیر اعزازی ~~~ عبدالعزیز
■ معاون ~~~ محمد طلحہ شاہین
■ معاون ~~~ زبیر عبدالرشید

■ ڈیزائنر ~~~ اسد اشفاق
■ کمپوزر ~~~ سعد علی
■ نگران ترسیل ~~~ منور عمر

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت عام شمارہ
180 روپے

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک
2500/=
بذریعہ عام ڈاک
2250/=

خط و کتابت کا پتہ:

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984 پوسٹ کوڈ 75300، گلشن اقبال، کراچی
Email: zouqshouq@hotmail.com
zouqshouq / ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں
: 0300-2229899, 0309-2228120
دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

Jazz Cash : 0320-1292426
(نوٹ: جازکیش اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0320-1292426) پر واٹس ایپ کردیں۔)

سالانہ خریداری بذریعہ میزان بینک اکاؤنٹ:

اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust (Zouq-o-Shouq)
اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456، سولجر بازار برانچ، کراچی
(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

دوستو! آج آپ کو ایک بچے کی کہانی سناتے ہیں۔

اِس بچے کے چچازاد بھائی نہایت عظیم انسان تھے، جن کے ساتھ بچے نے اپنے زندگی کے تیس مہینے گزارے اور اُن کی قیمتی قیمتی نصیحتوں کو اپنے سینے میں محفوظ کیا۔ چچیرے بھائی کی وفات کے وقت بچے کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی۔ بھائی کی وفات کے بعد بچے نے اپنے ایک ساتھی سے کہا:

آؤ، ہم اُن کے شاگردوں کے پاس چلتے ہیں، یعنی اب ان سے علم سیکھیں گے، ابھی موقع ہے اور وہ بڑی تعداد میں موجود بھی ہیں۔ ساتھی نے جواب دیا:

''بھئی، جب تم خود کہہ رہے ہو کہ بڑے موجود ہیں تو اِن بڑوں کی موجودگی میں تم سے کچھ پوچھنے کون آئے گا، لہٰذا کچھ سیکھنے کی کیا ضرورت؟

اس بچے کے دوست نے علم سیکھنے میں اس کا ساتھ نہیں دیا، بالآخر یہ بچہ اکیلے ہی پڑھنے میں لگ گیا۔ کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اُس کے پاس علم ہے تو وہاں پہنچ جاتا۔ کبھی دوپہر کا وقت ہوتا اور وہ صاحب آرام کر رہے ہوتے تو یہ گھر کے دروازے پر اپنی چادر کا تکیہ بنا کر لیٹ جاتا کہ جب خود باہر نکلیں گے تو میں ان سے علم حاصل کروں گا۔ وہ صاحب کسی وقت گھر سے باہر آتے اور اِسے دیکھتے تو کہہ اٹھتے کہ اے عظیم انسان کے چچازاد بھائی! آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ بچہ جواب دیتا کہ (سیکھنا تو مجھے ہے، لہٰذا) مناسب یہ ہے کہ میں سیکھنے کے لیے آپ کے پاس آؤ۔ سیکھنے پڑھنے کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ بچہ بڑا ہو گیا اور لوگوں کا منظورِ نظر بن گیا۔ ایک موقع پر لوگ اِس کے اردگرد جمع تھے۔ اتنے میں اُسی دوست کو گزر ہوا۔ وہ دیکھتے ہی بے ساختہ کہہ اٹھا: یہ لڑکا تو مجھ سے زیادہ عقل مند نکلا، یعنی اِس نے وقت کو غنیمت جانا، موقع سے فائدہ اٹھایا اور فوراً سیکھنے میں لگ گیا۔ محنت کی، مشقت سہی۔ آرام قربان کیا اور آج اِس مقام تک پہنچ گیا کہ کل جو بچہ تھا آج وہ بڑے بڑوں کے لیے باعث راہ نمائی اور قابلِ تقلید بن چکا ہے۔ وقت کا خلیفہ اس سے رائے لیتا ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کی مجلس میں اسے بلایا جاتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، 4/386، دار الحدیث)

اس بچے کا نام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھا اور یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ انھوں نے ہمیں یہ سبق دیا کہ کبھی سستی نہیں کرنی چاہیے، چاہے کوئی ساتھ دے یا نہ دے، اور جو سستی کرتا ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ والسلام

مناجات

عزیز کیسری۔ کراچی

بندۂ مجرم ، اے خدایا! تیرے در پر آگیا
بارِ عصیاں لاد کر پھر تیرے گھر پر آگیا

ہوں تہی دامن ، خدایا! میرے پلے کچھ نہیں
چھوڑ کر سب آسرے اک بندہ کہتر آگیا

نفس وشیطاں تاک میں بیٹھے تھے اے میرے خدا!
بچ بچا کر اپنا ایماں ساتھ لے کر آگیا

ہوں اگرچہ مستحق تیری پکڑ کا اے خدا!
درگزر کرنا گناہوں سے ، میں کمتر آگیا

شرم سے پانی ہوا جاتا ہوں یہ کہتے ہوئے
گھر کا بھولا لوٹ کر پھر اپنے گھر پر آگیا

روزِ محشر نفسا نفسی کا سنایا حال جب
رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کے پروانے کا منظر آگیا

ساقیِ کوثر سے اے بادِ صبا! کرنا یہ عرض
منتظر ہوں میں یہ کہنے کو کہ سَرور آگیا

مدتوں سے آرزو ہے کہ عزیزؔ اب یہ کہے
کعبہ میرے سامنے ، اللہ اکبر آگیا

میرے آقا!

شاعر: شاعر علی شاعرؔ
انتخاب: محمد طلحہ شاہین۔ کراچی

کوئی تیرے جیسا کہاں میرے آقا!
تری خوبیاں ہیں عیاں میرے آقا!

تڑپتا ، سسکتا مجھے چھوڑ کر اَب
چلا وہ ، چلا کارواں میرے آقا!

مدینے کے کوچوں میں، میں نے سنا ہے
کِھلے ہر قدم گُل سِتاں میرے آقا!

جہاں خواب میں آپ تشریف لائیں
نظر ، نور آئے وہاں میرے آقا!

نہیں نام جس میں کہیں بھی خزاں کا
وہ ہیں گلستاں ، گلستاں میرے آقا

تری خاکِ پا میں یہ قدرت ہے دیکھی
مٹائے مرض کا نشاں میرے آقا!

ہاں ، دیتے ہو اپنے گدا کو تم اتنا
نہیں ہوتا جتنا گماں میرے آقا!

تھا جس جا فرشتوں کا سردار عاجز
گئے اُس جگہ بے گماں میرے آقا

رسولِ خدا کی ہو تعریف کیسے
زمیں پر ہوئے آسماں میرے آقا

خدا کی توجہ کا مرکز ہے طیبہ
ہیں آرام فرما وہاں میرے آقا

خدا کی قسم! پھول جھڑتے ہیں شاعرؔ
ذرا مسکرائے جہاں میرے آقا

سیرت کہانی ۵۶

عبدالعزیز

غزوۂ غطفان سے واپسی کے بعد ربیع الاول کا مہینا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں گزارا اور رَبیع الآخر کے مہینے میں آپ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بحران نام کے مقام پر بنوسلیم، اسلام کے خلاف جمع ہو رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ خبر سنتے ہی مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اَمیر مقرر فرمایا، ۳۰۰ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لیا اور بحران کی طرف روانہ ہوئے۔

بنوسُلیم کو جب آپ ﷺ کے آنے کی خبر ملی تو وہ سب وہاں سے بھاگ نکلے اور آپ ﷺ بغیر کسی جنگ کے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہاں پر دِس راتیں قیام فرمایا اور بعض کہتے ہیں کہ سولہ روز وہاں رہے۔

(طبقات ابن سعد، ج:۲، ص:۲۳)

مدینہ منورہ میں کعب بن اشرف نام کا ایک یہودی تھا، وہ بہت مال دار تھا۔ خوب صورت بھی بہت تھا۔ شاعر بھی تھا، اس کا قلعہ، مدینہ منورہ کے جنوب میں آبادی کے پیچھے واقع تھا۔

اسے جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور مکے کے کافر سرداروں کے قتل ہونے کا بہت صدمہ ہوا تھا۔

وہ جنگ بدر میں قتل ہونے والے کافر سرداروں کی یاد میں اشعار لکھ کر مکے لے گیا۔ وہ یہ اشعار وہاں کے لوگوں کو سُناتا، خود بھی روتا اور دیگر لوگوں کو بھی رلاتا۔ اس کے ساتھ ساتھ مکے کے کافروں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا۔

ایک روز تو اُس نے حد ہی کردی کہ قریش کے لوگوں کو بیت اللہ میں لے گیا اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر اُن سے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی قسم اٹھوائی۔ چند روز بعد مدینے واپس آیا اور یہاں آ کر مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ اشعار کہنے شروع کردیے۔ اس کے علاوہ یہ یہودی حضور ﷺ کے خلاف بھی بُرے اشعار کہا کرتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ، مسلمانوں کو اِس حوالے سے صبر کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک روز کعب بن اشرف یہودی نے آپ ﷺ کو دَعوت کے بہانے بلایا اور کچھ لوگ مقرر کردیے کہ جب آپ ﷺ تشریف لے آئیں تو نعوذ باللہ انھیں شہید کردیں۔

آپ ﷺ آ کر بیٹھے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، جو حضور ﷺ کو وہاں سے پروں کے سائے میں باہر لے گئے۔ وہاں سے واپس ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

(فتح الباری، ج:۷، ص:۲۵۹)

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون تیار ہے؟ اس نے اللہ اور اُس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔"

یہ سنتے ہی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! کیا آپ اس کا قتل چاہتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! پھر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجیے۔''

(یعنی میں کعب بن اشرف کے سامنے ایسے تعریفی کلمات کہہ سکوں جنھیں سن کر وہ شیخی میں آجائے۔)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اجازت ہے۔''

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ محمد بن مسلمہ کئی روز تک ترکیب سوچتے رہے۔ آخر کار کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی ابونائلہ سلکان بن سلامہ، اسی طرح عباد بن بشر، حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبر سے مشورہ کیا۔ سب نے ایک آواز میں کہا:

''ہم سب مل کر اُسے قتل کریں گے۔''

پھر سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! وہاں جا کر کچھ نہ کچھ کہنا پڑے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جومناسب سمجھو وہ کہو، میری طرف سے اجازت ہے۔''

(ارشادالساری)

منصوبے کے مطابق ایک روز حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگ کعب بن اشرف سے ملنے گئے اور گفتگو کے دوران میں کہا:

''یہ شخص (رسول اللہ ﷺ) ہم سے فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم کرنے کے لیے صدقہ اور زکوۃ مانگتا ہے، اس شخص نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے، اس لیے اس وقت تمھارے پاس قرض لینے کے لیے آئے ہیں۔''

کعب بن اشرف نے کہا:

''یہ تو کچھ نہیں، آگے چل کر دیکھنا، خدا کی قسم! تم اس شخص سے اُکتا جاؤ گے۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اب تو ہم ان کے ماننے والوں میں سے ہو چکے ہیں، لہٰذا اَب انھیں چھوڑنا پسند نہیں، جب تک کہ انجام نہ دیکھ لیں۔ اس وقت ہم چاہتے ہیں کہ تم کچھ غلہ ہمیں قرض کے طور پر دے دو۔''

کعب بن اشرف نے کہا:

''اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھوا دو۔''

ان لوگوں نے کہا:

''اپنی عورتوں کو کیسے گروی رکھوا سکتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری غیرت یہ بات گوارا نہیں کرتی، پھر یہ کہ آپ بہت خوب صورت اور جوان ہیں۔''

کعب بن اشرف نے کہا:

''اپنے لڑکوں کو گروی رکھ دو۔''

ان لوگوں نے کہا:

''یہ تو ساری عمر کے لیے شرم کی بات ہوگی۔ لوگ ہماری اولاد کو یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جو دوسیر اور تین سیر غلے کے بدلے میں گروی رکھے گئے تھے، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس گروی رکھوا سکتے ہیں۔''

کعب بن اشرف نے اس آخری بات کو منظور کرلیا اور یہ طے پایا کہ رات کو آ کر غلہ لے جائیں گے اور ہتھیار رکھوا جائیں

گے۔

وعدے کے مطابق یہ لوگ رات کو اُس کے قلعے پر پہنچے اور کعب بن اشرف کو آواز دی۔ کعب بن اشرف نے اپنے قلعے سے باہر آنے کا ارادہ کیا تو بیوی نے کہا:

''اس وقت کہاں جارہے ہو؟''

کعب نے کہا:

''محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے، کوئی غیر نہیں ہیں، فکر مت کرو۔''

بیوی نے کہا:

''مجھے اس آواز سے خون کی بُو آرہی ہے۔''

کعب بن اشرف نے کہا:

''شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لیے بھی بلایا جائے تو اُسے ضرور جانا چاہیے۔''

اس دوران میں محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھا دیا کہ جب کعب بن اشرف آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا، تم جب دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سَر قلم کر دینا۔

چناں چہ جب کعب بن اشرف قلعے سے نیچے آیا تو خوش بو سے معطر تھا۔

محمد بن مسلمہ نے کہا:

''آج جیسی خوش بو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔'' کعب بن اشرف نے شیخی سے کہا:

''میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔''

محمد بن مسلمہ نے کہا:

''تم مجھے اپنے معطر سر کو سونگھنے کی اجازت دو گے؟''

کعب نے کہا:

''ہاں اجازت ہے۔''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر خود بھی اس کے سر کو سونگھا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔

کچھ دیر بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا:

''کیا تم دوبارہ اپنے سر کو سونگھنے کی اجازت دو گے؟''

کعب بن اشرف نے کہا:

''شوق سے!''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور سَر سونگھنے لگے اور اُس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ لیے، پھر ساتھیوں کو اِشارہ کیا۔ سب نے فوراً ہی اس کا سَر تن سے جدا کر دیا اور آناً فاناً اس کا کام تمام ہو گیا۔

اس کے بعد یہ لوگ صبح ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

''ان چہروں نے فلاح پائی اور کام یاب ہوئے۔''

ان لوگوں نے جواباً عرض کیا:

''سب سے پہلے آپ کا چہرہ کام یاب ہوا! مبارک ہو اے اللہ کے رسول!''

اس کے بعد کعب بن اشرف کا سَر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جب یہودیوں کو اِس واقعے کا علم ہوا تو بہت زیادہ خوف زدہ ہو گئے اور رُعب طاری ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اور عرض کیا:

''ہمارا سردار اِس طرح مارا گیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتا تھا اور لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا تھا۔''

یہودی خاموش رہ گئے، کوئی جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک تحریری معاہدہ کیا کہ یہودیوں میں سے آئندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا۔

(طبقات ابن سعد)

بقیہ: صفحہ نمبر 10 پر

بلاعنوان ۱۹۸

قرۃ العین خرم ہاشمی۔ لاہور

"یہ بے ایمانی ہے۔ دانیال نے مجھے دھکا دیا ہے۔" عمر نے غصے سے ہیٹ زمین پر پھینکا اور دَانیال کی طرف دیکھا۔

"ہمیشہ کی طرح جب بھی ہارنے لگتا ہے تو یہ اسی طرح بہانے کرتا ہے۔" دانیال نے منہ بنا کر کہا۔

"تم جھوٹے ہو۔"

عمر غصے سے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا۔

دانیال کو بھی غصہ آ گیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں کے درمیان لڑائی مزید بڑھتی، کچھ بچے تیزی سے آگے بڑھے اور اُن دونوں کو دُور دُور لے گئے۔ کھیل کسی نتیجے کے بغیر ختم ہو گیا۔ عمر خوش تھا کہ دانیال کی جماعت نہیں جیت سکی، جب کہ دانیال اُداس ہو گیا کہ اگر وہ اسی طرح کھیل ادھورا ختم کرتے رہے تو کچھ مہینے بعد ہونے والے مقابلے میں کیسے کھیلیں گے؟ دراصل دانیال اپنی اسکول کی کھیل کی جماعت کا کپتان تھا۔ ہر سال کھیل کے دن علاقے کے تمام اسکولوں کی جماعتوں کا مقابلہ ہوتا تھا۔ جس میں جیتنے والی ٹیم کو ٹرافی کے ساتھ بہت سے انعام بھی ملتے۔ دانیال بہت محنت سے تیاری کر رہا تھا، اس لیے جب معمول کے مطابق بڑے میدان میں شام کے وقت محلے کے سب بچے جمع ہو جاتے، مختلف کھیل کھیلتے اور بچوں کے شور، ہنسی، لڑائیوں کی آوازیں اکثر گونجتیں تو اُنھی بچوں میں چودہ سالہ دانیال اور عمر بھی شامل ہوتے۔ وہ دونوں ایک ہی اسکول میں زیرِ تعلیم اور ہم جماعت تھے۔

دانیال کھیل کود میں بہت تیز تھا۔ چاہے فٹ بال کا مقابلہ ہو یا دوڑنے کا، وہ سب سے آگے رہتا۔ اسکول میں بھی وہ کھیل کے استاد کا پسندیدہ تھا۔ عمر پڑھائی میں اچھا تھا، مگر کھیل کود کے معاملے میں کمزور تھا، اسی وجہ سے وہ

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 250، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 150، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 100 روپے انعام دیا ئے گا۔ "بلاعنوان" کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 29 فروری 2024 ہے۔

نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

دانیال سے حسد کرتا تھا۔ شام کو جب سب بچے مل کر کھیلتے تو عمر جان بوجھ کر کسی نہ کسی بات کا بہانہ بنا کر دانیال سے لڑنا شروع کر دیتا۔ ان دونوں کی لڑائیوں سے سب ہی تنگ تھے۔ دانیال گھر آیا تو بہت غصے میں تھا۔

''میں عمر کی شکایت لگاؤں گا۔ اس کی وجہ سے ہمارا اِسکول پیچھے رہ جائے گا۔''

اس نے عہد کیا کہ صبح اسکول جاتے ہی اپنے استاد صاحب سے بات کرے گا۔ اگلی صبح دانیال نے اسکول جاتے ہی سب سے پہلا کام یہی کیا۔ سر اَحمد نے عمر کو بُلا کر سرزنش کی، جو اُسے بہت بُرا لگا۔

''یہ ہمیشہ میری شکایت لگاتا ہے۔'' عمر نے غصے سے سوچا۔ کمرۂ جماعت میں دونوں ایک دوسرے سے خفا اور الگ بیٹھے رہے۔ چھٹی کے بعد دَانیال اپنے والد کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھر جا رہا تھا تو حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس کے والد کو معمولی زخم آئے، مگر دَانیال کے چہرے، ہونٹ اور ایک پاؤں پر کافی گہری چوٹ لگی، جس کی وجہ سے اسے کئی دن گھر پر رہنا پڑا۔ اس دوران میں پڑھائی کا بہت ہرج ہوا۔ دانیال بہت پریشان تھا کہ وہ سب بچوں سے پیچھے رہ جائے گا، تب اس کی ماں نے اسے عمر سے مدد لینے کا کہا، کیوں کہ وہ پڑھائی میں اچھا تھا۔

''مگر وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔'' دانیال نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''اس میں بھی غلطی تمھاری ہے، تم ہمیشہ اس کی شکایت لگاتے ہو۔''

ماں کی بات سن کر وہ شرمندہ ہو گیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا۔ اگلے دن ہمت کر کے وہ عمر سے ملنے اس کے گھر گیا اور اپنے رویے کی معافی مانگتے ہوئے پچھلے دنوں جماعت میں ہونے والا کام کے بارے میں پوچھا۔

''میری سب کاپیاں زبیر کے پاس ہیں۔ کل تم اسکول آؤ گے، کسی اور سے مانگ لینا۔''

عمر نے اکڑ کر کہا۔ دانیال مایوسی سے لوٹ آیا۔ اگلے دن وہ اسکول آیا تو سب طلبہ اور اَساتذہ نے اسے خوش آمدید کہا۔ کئی طلبہ اسے مدد کی پیش کش کرتے ہوئے کام مکمل کروانے لگے۔ دانیال بہت خوش تھا۔ عمر یہ دیکھ کر جل گیا اور اُس کا مذاق اُڑانے لگا۔

دانیال کو بہت دکھ ہوا۔ وہ گھر واپس آیا تو بہت اداس تھا، مگر ماں کے سمجھانے پر پُرسکون گیا۔ اب یہ معمول بن گیا۔ عمر جان بوجھ کر اُس کا مذاق اڑاتا، دانیال نظرانداز کر دیتا۔ کچھ دن بعد فٹ بال کے مقابلے کی تیاری شروع ہوئی تو دانیال کو کھیلنے میں مشکل پیش آنے لگی۔ پاؤں کی چوٹ کی وجہ سے وہ بھاگتے ہوئے اکثر لڑکھڑا جاتا، جس پر عمر بہت ہنستا۔ جب وہ سب کمرۂ جماعت میں بیٹھے ہوتے تو عمر اُس کی نقل اُتارتا۔ سب بچے ہنس پڑتے۔ دانیال کچھ دن تو برداشت کرتا رہا، مگر ایک دن اسی بات پر اُن دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، جو بہت بڑھ گئی۔ سر اَحمد نے انھیں بحث کرتے دیکھا تو ساری بات سمجھ گئے۔ انھوں نے دونوں کو پاس بلا کر لڑائی کی وجہ پوچھی تو دَانیال نے نم لہجے میں سب بتا دیا۔ سر اَحمد نے باقی بچوں سے بھی پوچھا تو اُنھوں نے عمر کی غلطی ہی بتائی۔ عمر سب کے سامنے شرمندہ ہو گیا کہ اس کی ساکھ اتنی خراب ہے۔

''عمر! آپ ذہین اور لائق طالب علم ہیں۔ آپ کو سب کے لیے اچھی مثال بننا چاہیے۔ کسی کی کمزوری اور خامی کو نشانہ بنانا بہت غلط بات ہے۔''

سر اَحمد نے نرمی سے سمجھایا۔ سر کی بات سن کر باقی سب بچے باری باری دانیال سے معذرت کرنے لگے۔ عمر نے اس دن کے بعد سے اُسے کچھ نہیں کہا، مگر اَب بھی دونوں کے درمیان سرد مہری قائم تھی۔

......☆......

''ہمارے اسکول کو یہ ٹرافی دانیال کی محنت اور ہمت کی وجہ سے ملی ہے۔''

اسکول کی جماعت فٹ بال مقابلہ جیت گئی تھی، جس پر سب بہت خوش تھے اور آج اسی خوشی میں دانیال کو اسمبلی میں انعام سے نوازا گیا تھا۔ عمر اِن دنوں اسکول نہیں آ رہا تھا، مگر اُسے بھی یہ خبر مل گئی تھی کہ دانیال کو اَچھی کارکردگی پر خاص انعام ملا ہے، جب کہ دانیال

حیران تھا کہ عمر اِتنے دن سے اسکول سے غیر حاضر کیوں ہے، حالاں کہ وہ بہت کم چھٹی کرتا تھا۔ اگلے دن عمر اِسکول آیا تو پتا چلا کہ بخار کی وجہ سے وہ اتنے دن غیر حاضر رہا۔ کچھ دن بعد سالانہ امتحان سے پہلے جائزے شروع ہوگئے۔ جب نتیجہ آیا تو عمر کے بہت کم نمبر تھے۔ اپنا نتیجہ دیکھ کر وہ بہت اُداس تھا، کیوں کہ ہمیشہ سب سے آگے ہوتا تھا۔ عمر کی اداسی دانیال نے محسوس کر لی، اس لیے وقفے میں وہ اس کے پاس آیا۔

”تم کم نمبر آنے کی وجہ سے اُداس ہونا!؟“ دانیال کے پوچھنے پر عمر نے چونک کر اُسے دیکھا۔

”آج تو تمھیں موقع مل گیا ہے اپنا بدلہ لینے کا، میں تم سے پیچھے ہوں۔“ عمر نے اُداسی سے کہا۔ دانیال اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

”میں جانتا ہوں کہ تم بیمار تھے، اس لیے پڑھ نہیں سکے، ورنہ تم ہم سب سے آگے ہوتے۔“ دانیال نے متاثر لہجے میں کہا۔ عمر حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ دانیال مسکرا دیا۔

”کچھ مہینے پہلے میں بھی اس تکلیف سے گزر چکا ہوں۔ جب قابلیت رکھتے ہوئے بھی میں ٹھیک سے کھیل نہیں سکتا تھا، کیوں کہ میرا پاؤں زخمی تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے کرم سے سب ٹھیک ہوگیا، اس لیے تم بھی نااُمید مت ہو۔ سالانہ امتحان ہونے میں ابھی کچھ مہینے ہیں۔ تمھارا جو سبق رہ گیا ہے، میں تمھیں اپنی کاپیاں دے دوں گا، تم آرام سے تیاری کر لینا۔ ان شاء اللہ! اگلی مرتبہ بہت اچھے نمبر لوگے۔“

دانیال نے ہمدردی سے کہا تو عمر نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ دانیال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو عمر نے سر اُٹھایا۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

”آج سے ہم پکے دوست ہیں۔ ہماری خامیوں نے ہمیں ایک دوسرے کی خوبیوں سے آگاہ کیا ہے۔“

عمر نے مسکرا کر کہا تو دانیال نے سر ہلا دیا۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر سب حیران تھے، مگر جلد یہ حیرانی خوشی میں بدل گئی، جب ان دونوں کی دوستی کی کہانی نے سب کے لیے عمدہ مثال قائم کردی۔

بقیہ: سیرت کہانی

اس قسط سے ہم نے کیا سیکھا؟

سیرت کہانی کی اس قسط میں دو واقعات بیان کیے گئے ہیں:

١ غزوۂ بحران کا۔

٢ کعب بن اشرف (یہودی) کے قتل کے۔

پہلے واقعے سے یہ سبق حاصل ہوا کہ مسلمان کو بہادر ہونا چاہیے۔ جب مسلمان بہادری دکھاتا ہے تو شیطان اور اُس کے چیلے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دوسرے واقعے سے سات سبق حاصل ہو رہے ہیں:

١ تکلیفوں پر صبر کرنا چاہیے۔

٢ دشمنوں کی باتوں اور حرکتوں سے جتنا بس میں ہو، درگزر کرنا چاہیے۔

٣ جب اسلام کو ضرورت پڑے، اپنے آپ کو اِسلام کی خدمت کے لیے پیش کرنا چاہیے۔

٤ کوئی بھی اہم کام درپیش ہو، اس کے لیے مشورہ کرنا چاہیے اور اُسے انجام دینے کے لیے خوب سوچ بچار اور منصوبہ بندی کرنی چاہیے، چاہے کچھ دن لگ جائیں۔

٥ مل جل کر کام کرنا چاہیے۔

٦ اپنے بڑوں کی سرپرستی میں اور اُن کے علم میں لا کر کام کرنا چاہیے، تاکہ ان کی دعائیں شامل ہو جائیں۔

٧ کام پورا ہو چکنے کے بعد بڑوں کو اِطلاع اور کارگزاری دینی چاہیے۔

......(جاری ہے)......

اُلجھن کی سُلجھن

نورین عامر۔ کراچی

’’رحیم چاچا! تھوڑی سی میٹھی چٹنی اور ڈال دیں نا!‘‘ حماد نے اپنی پلیٹ رحیم چاچا کی جانب بڑھائی، جو جلدی جلدی اپنے گاہکوں کو گول گپوں سے بھری ہوئی پلیٹیں پکڑا رہے تھے۔

’’حماد بیٹا! میٹھی چٹنی، گول گپوں کی ٹوکری کے پیچھے رکھی ہے۔ آجاؤ جتنی چاہیے خود نکال لو۔‘‘

رحیم چاچا نے حماد کی جانب دیکھے بغیر مصروف انداز میں کہا تو وہ اپنی پلیٹ کو لوگوں کی بھیڑ سے بچاتا ہوا ٹھیلے کی دوسری جانب چلا گیا، جہاں کھڑے ہو کر رحیم چاچا اپنے گاہکوں کو خوب کرارے اور چٹ پٹے گول گپوں سے بھری ہوئی پلیٹیں پکڑا رہے تھے اور پیسے لے کر ڈبے میں ڈالتے جا رہے تھے۔

حماد نے ٹھیلے کے کونے پر رکھی بڑی سی ٹوکری کے پیچھے جھانکا تو اُسے مٹی کی گول ہانڈی میں چٹنی رکھی نظر آگئی۔ اس نے ڈھکنا ہٹا کر اپنی پلیٹ میں چنے اور پیاز سے بھرے ہوئے گول گپوں پر میٹھی چٹنی ڈالی اور وہیں رکھے اسٹول پر بیٹھ کر کھانے لگا۔ جب اس کی پلیٹ میں بچا آخری گول گپا بھی پلیٹ سے پیٹ میں اتر گیا تو اُس نے نظر اُٹھا کر رحیم چاچا کو دیکھا۔ وہ بدستور اُسی طرح مشینی انداز میں تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے گول گپے کھانے والے شائقین کی تواضع میں مصروف تھے اور شاید بھول بھی چکے تھے کہ حماد ابھی تک ان کے پیچھے رکھے اسٹول پر ٹکا ہوا ہے۔

لوگوں کی بھیڑ تھی کہ چھٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اس وقت رحیم چاچا اکیلے ہی سارے کام کر رہے تھے، ورنہ ان کے ساتھ صغیر نامی لڑکا بھی ہوتا تھا، جو کام میں ان کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا، لیکن چند دِن سے وہ غائب تھا۔ حماد نے غور سے دیکھا، سفید بالوں والے سر پر ٹوپی ٹکائے ہوئے رحیم چاچا کے کپڑے پسینے میں شرابور تھے اور اُن کے کمزور ہاتھوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی، جو شاید تھکن کی وجہ سے ہوگی۔ حماد نے اپنی کاغذی پلیٹ کچرے کی بالٹی میں ڈالی اور اُن کے ڈبے کے پاس پیسے رکھ کر جانے کے ارادے سے مڑا تو کام میں مصروف رحیم چاچا نے چونک کر اُسے دیکھا اور ساتھ ہی آواز دے ڈالی:

’’حماد بیٹا! اگر ایک درخواست کروں تو مانو گے؟‘‘ ان کا بوڑھا چہرہ تھکن کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا اور سانس پھولی ہوئی سی تھی۔

’’جی چاچا! کہیے، کیا بات ہے؟‘‘

’’بیٹے! صغیر میرا کام چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اُس کے یوں اچانک چلے جانے سے میں مشکل میں آگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جلد ہی کوئی نہ کوئی بندوبست ہو جائے گا، لیکن کیا اس وقت تک تم اس کام میں میرا ہاتھ بٹا سکتے ہو؟‘‘ ان کی اس بات کو سُن کر حماد گھبرا سا گیا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

’’دیکھو، تم تنخواہ کی فکر نہ کرنا، وہ میں تمھیں پوری دوں گا، لیکن بس جب تک مجھے کوئی بااعتماد لڑکا نہیں مل جاتا تم یہاں آکر میرا ہاتھ بٹا دیا کرو۔ میں تمھیں عرصے سے دیکھ رہا ہوں، میری نظر میں تم ایک

ایمان دار لڑکے ہو، اس لیے میں تم پر اعتبار کر سکتا ہوں۔'' بات مکمل کر کے رحیم چاچا نے اسے پُراُمید نظروں سے دیکھا۔

''میں ابو سے پوچھوں گا۔ اگر اُنھوں نے اجازت دی تو میں آجایا کروں گا۔''

کہنے کو تو حماد نے ان کی تسلی کے لیے یہ کہہ دیا، لیکن حقیقت میں اس کا ایسا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ نہم جماعت کے امتحانات ہونے کے بعد آج کل فارغ تھا اور مزے سے گرمی کی چھٹیاں گزار رہا تھا۔ صبح وہ دیر سے سو کر اُٹھتا اور شام کو اکثر رحیم چاچا کے ٹھیلے پر گول گپے کھانے چلا آتا، جو اُسے بہت پسند تھے۔

آج بھی جب وہ مزے لے کر گول گپے کھا رہا تھا، اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ رحیم چاچا اس سے ایسی کسی خواہش کا اظہار بھی کر سکتے ہیں، جو اُس کی توقع کے خلاف ہو۔ وہ اپنی سوچوں میں اُلجھا ہوا گھر میں داخل ہوا اور سلام کر کے سیدھا اپنے کمرے کی جانب چلا آیا۔ کچھ دیر یوں ہی فارغ بیٹھا رہا، پھر اُٹھ کر اپنی الماری کھولی اور خواہ مخواہ کپڑے اٹھا کر اِدھر اُدھر کرنے لگا، لیکن بار بار رحیم چاچا کا بزرگ چہرہ اور ملتجیانہ انداز اُس کی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا۔

''میں مشکل میں آ گیا ہوں۔''

''تم یہاں آ کر میرا ہاتھ بٹا دیا کرو۔''

حماد کو بے نام سی شرمندگی گھیرے ہوئے تھی۔ اس کا دماغ رحیم چاچا کی مجبوری سمجھنے کے باوجود بھی ان کی بات ماننے پر آمادہ نہیں تھا، جب کہ دِل رحیم چاچا کے کانپتے ہاتھوں اور پسینے سے شرابور سراپے پر اُداس تھا۔ ایک جنگ تھی جو اُس کے دل و دماغ میں جاری تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

تنگ آ کر حماد نے الماری زور سے بند کی اور بستر پر گر گیا۔

......☆......

''تم یہاں ہو اور میں پورے گھر میں تمھیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔'' امی نے کمرے میں جھانکا تو حماد کو پلنگ پر آڑے ترچھے لیٹے دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

''جی، بس ابھی باہر سے آیا ہوں۔'' حماد امی کو دیکھ کر اُٹھ بیٹھا۔ اس کے انداز سے جھلکتی ہوئی سستی سے امی کا ماتھا ٹھنکا تو وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔

''تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!؟'' انھوں نے اس کے ماتھے کو چھو کر دیکھا۔

''جی امی! میں ٹھیک ہوں، آپ فکرمند نہ ہوں۔''

''اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اگر طبیعت تو تمھاری بالکل ٹھیک ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تمھارا منہ اترا ہوا ہے؟''

''امی! کیا آپ کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ آپ کوئی فیصلہ کرنا چاہتی ہوں، لیکن آپ سے کوئی فیصلہ نہ کیا جا رہا ہو؟'' حماد نے امی کی جانب امید طلب نظروں سے دیکھا۔

''جی بیٹا! یہ تو ایک بہت ہی عام سی بات ہے اور صرف میرے ساتھ نہیں، بل کہ سب کے ساتھ ہی اکثر اَوقات ایسا ہوتا ہے کسی اہم فیصلے تک پہنچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور فیصلہ کرتے ہوئے خوب اچھی طرح سوچنے کے باوجود بھی کئی دفعہ اطمینان نہیں ہوتا۔ دل کی رائے کچھ اور ہوتی ہے، جب کہ دماغ کی رائے بالکل مختلف ہوتی ہے۔''

امی کے جواب میں حماد کو اپنی کیفیت کا بیان نظر آیا تو اُس نے بے تابی سے پوچھا:

''پھر ایسی صورت میں آپ کیا کرتی ہیں؟''

''ایسی صورت میں میری کوشش ہوتی کہ ان لوگوں سے مشورہ کروں جو مخلص اور بااِعتماد ہوں، جیسے تمھارے ابو، نانا، نانی وغیرہ۔ حماد! قرآن کریم میں ایک سورت ہے، جس کا نام ''آل عمران'' ہے۔ اس سورت میں اہل ایمان کے لیے معاملات میں مشورے کی تاکید کے بہت واضح احکامات موجود ہیں۔ تم ایسا کرو کہ وضو کر کے باہر آجاؤ، میں قرآن مجید میں موجود اِن احکامات کے بارے میں تمھیں آیت اور اُس کا ترجمہ پڑھ کر سناتی ہوں، تا کہ تم سمجھ سکو کہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت باہمی مشورے کی کیا اہمیت ہے۔'' امی نے اٹھتے ہوئے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا تو حماد بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

حماد کی امی نے آسان ترجمہ قرآن کھول کر اُس کے سامنے رکھا اور سورۂ شوریٰ کی آیت پڑھ کر سنائی:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

(آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: (اور آپ ﷺ) ان (صحابہ) سے کام میں مشورہ لیتے رہیے، پھر جب آپ رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسا کیجیے۔

''ہاں تو اَب بتاؤ بیٹا! کہ مشورے کی اہمیت واضح ہو گئی؟''

''امی! اگر آپ مجھے نہ سمجھاتیں تو میں کبھی جان نہیں پاتا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ کرنا کتنا اہم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں امت کے لیے کتنی خیر رکھی ہے۔''

''اچھا تو پھر اَب تم بھی مشورہ کرنے میں تاخیر نہ کرو اور جس معاملے نے تمھیں الجھن میں ڈال رکھا ہے اسے سلجھالو۔'' امی نے معنی خیز اَنداز میں مسکرا کر حماد کو دیکھا تو اُس کے چہرے پر بھی پُرسکون مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''امی! گول گپے والے رحیم چاچا کو تو آپ جانتی ہی ہیں کہ کتنے ایمان دار اور محنتی انسان ہیں۔ ان کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہے جو کچھ عرصے کام میں ان کا ہاتھ بٹادیا کرے۔ اس کام کے عوض وہ معاوضہ بھی پورا دیں گے۔'' اتنا کہہ کر حماد کچھ جھجھک کر رُک گیا۔

''مگر اُن کے ساتھ تو ایک لڑکا ہوا کرتا تھا نا، جو کام میں ان کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔ وہ کہاں گیا؟''

''جی امی! وہ لڑکا اچانک کام چھوڑ کر چلا گیا ہے اور سارا بوجھ رحیم چاچا پر آ گیا ہے۔ میں نے انھیں تنہا کام کرتے دیکھا تو مجھے بھی بہت افسوس ہوا کہ اس پیرانہ سالی میں وہ اتنی محنت کر رہے ہیں، لیکن میں کیسے ان کے ساتھ ٹھیلے کا کام کر سکتا ہوں؟'' حماد کو اَندازہ ہی نہیں ہوا کہ بات کرتے ہوئے اس کے منہ سے اصل بات پھسل گئی ہے۔

''بیٹا! ایک بات یاد رکھو، کام کوئی چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا، اصل بات محنت مزدوری کر کے حلال کی روزی کمانا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ جب دل میں کسی کے لیے ہمدردی کا احساس پیدا ہو جائے تو بہتر یہی ہے کہ اس کی مدد کرنے میں جلدی کی جائے۔ اگر ذاتی طور پر مدد کی جا سکے تو ضرور کرنی چاہیے، ورنہ ان کے لیے کسی مددگار کی تلاش کرنی چاہیے۔ اب یہ تمھیں سوچنا ہے کہ کیا کر سکتے ہو۔'' امی نے بغیر جتائے بہت غیر محسوس انداز میں اس کی بات کا جواب دیا۔

''سچ پوچھیں امی! تو اِسی بات نے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ دل کہتا ہے کہ رحیم چاچا کی مدد کروں، لیکن عقل اس خیال کو رَد کر دیتی ہے کہ میں ٹھیلے پر کھڑا ہوں گا تو اِرد گرد کے لوگ میرا مذاق اُڑائیں گے اور پھر مجھے بھی تو ٹھیلے پر کھڑے ہو کر کام کرنے میں شرمندگی محسوس ہوگی نا! رحیم چاچا نے مجھ پر بھروسا کر کے درخواست کی ہے، لیکن میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں۔ امی! آپ بتائیں میں کیا کروں؟'' حماد نے اپنی اُلجھن امی کے سامنے بیان کر دی۔

''بیٹا! تم نے مشورہ مانگا ہے تو مجھ پر لازم ہے کہ میں تمھاری درست راہ نمائی کروں۔ رحیم چاچا بزرگ ہیں اور آج کل مشکل میں ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے تو پھر اِس خیال کو ذہن سے جھٹک دو کہ لوگ کیا سوچیں گے؟ تمھارے لیے یہ بات اہم ہونی چاہیے کہ ان کی مدد کرنے پر اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے۔'' امی نے اسے سنجیدگی سے کہا تو حماد نے ہمت کر کے ان سے پوچھا:

''تو کیا میرا اُن کے ساتھ کام کرنا آپ کو اور ابو کو بُرا محسوس نہیں ہوگا؟''

''بالکل بھی نہیں ہوگا، البتہ یہ ضرور ہے کہ تم اپنے ابو کو تمام بات سے آگاہ کر کے ان سے اجازت ضرور لے لینا۔ مجھے یقین ہے وہ تمھارے اس فیصلے سے بہت خوش ہوں گے۔'' امی کے الفاظ نے حماد کے دل پر پڑا بوجھ اُتار دیا اور وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔

''امی! آپ کا بہت شکریہ! آپ کی باتیں سن کر مجھے بہت حوصلہ ملا ہے۔ اگر میں آپ سے مشورہ نہ کرتا تو اِس الجھن سے کبھی آزاد نہیں ہو سکتا تھا اور رحیم چاچا سے بھی نظریں نہیں ملا پاتا۔ آپ بے فکر رہیں، میں ابو سے اجازت لے لوں گا۔''

''جیتے رہو میرے بچے! اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کام آنے والے بنو۔''

امی کی دعا پر حماد نے دل ہی دل میں آمین کہا اور اَمی کو دیکھ کر خوشی سے ہنس دیا۔

دس سال سے زائد عمر کے بچوں کے لیے

انو منو کا دسترخوان ۱۸

انعم توصیف۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو! نئے شمسی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ سورج بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور چاند بھی، لہٰذا شمسی اور قمری، دونوں سالوں کا آغاز ہمیں اپنے رب کے نام سے کرنا چاہیے۔ نئے سال کے شروع میں کم از کم دو نفل اس نیت سے پڑھنے چاہییں کہ اللہ پاک آنے والے سال کی بھلائیاں اور برکتیں ہمیں عطا فرمائے اور تمام شرور سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

پچھلے کئی مہینوں سے ہم نمکین چیزیں سیکھ رہے ہیں تو کیوں نہ اس ماہ کچھ میٹھا ہو جائے۔ ترکیب تو عام سی ہے، مگر ہر عام چیز، جو خود پہلی بار بنائی جائے، وہ خاص ہی ہو جاتی ہے۔ چلیے، چلتے ہیں ترکیب کے اجزا کی جانب۔

اجزا:

دودھ	ایک لیٹر
چاول	ایک چوتھائی کپ
چینی	آدھا کپ
الائچی	دو عدد
کھویا	ایک چھٹانک
بادام	حسبِ ضرورت
کیوڑا	آدھا چائے کا چمچ
چاندی کے ورق	تین عدد
پسا کھوپرا	حسبِ ضرورت

ترکیب:

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں، لیکن ایک

کام آپ کو دو گھنٹے پہلے کر کے رکھنا ہوگا۔

وہ یہ کہ چاول کو دو گھنٹے کے لیے پانی میں بھگو کر رکھ دیجیے۔ اس طرح چاول نرم ہو جائیں گے، پھر اُنھیں گرائنڈر مشین میں پیس لیجیے۔ اب ایک پتیلی میں دودھ لے کر اُسے اُبال لیجیے اور اُس میں پسے ہوئے چاول شامل کر کے پندرہ سے بیس منٹ تک درمیانی آنچ پر اِسے پکاتے رہیے۔ اس دوران میں آپ چمچ ہلاتے رہیے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو چاولوں کی گٹھلیاں بن جائیں گی، جس کی وجہ سے ہماری ترکیب کا نتیجہ خراب آئے گا۔

نتیجے سے یاد آیا کہ ہم سب کا بھی تو ایک دن نتیجہ آئے گا۔ کون سا نتیجہ؟ آخرت کے دن کا نتیجہ۔ ہمیں سب سے زیادہ اس نتیجے کی فکر کرنی چاہیے کہ اس نتیجے میں ہماری اعلیٰ پوزیشن آئے۔ اگر یہ نہ ہو تو اچھے نمبرات ہی آجائیں اور اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اتنے نمبر تو ہم لے ہی سکیں کہ کام یاب ہو جائیں۔ کام یاب ہونا کیا ہے بھلا!؟ کہ ہمیں ہمارا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ہم کام کرتے وقت ایسا کیا کر سکتے ہیں کہ ہمارا اعمال نامہ وزنی ہوتا جائے۔ وہی کرنا ہے جو بار بار بتایا کیا جاتا رہا ہے کہ اپنی زبانوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھیں۔ یقین جانیے، یہ بہت ہی آسان عمل ہے، مگر اِس کا اجر بہت زیادہ ہوگا، ان شاء اللہ!

اب پتیلی میں چینی اور اِلائچی شامل کیجیے اور مزید پندرہ منٹ تک پکائیے، پھر کیوڑا شامل کر دیجیے۔ اب ہماری کھیر......

جی، ہم بنا رہے ہیں کھیر۔ آج پہلی بار آپ کو میں نے خود ہی نام بتایا ہے۔ پتا ہے کیوں؟ میں نے سوچا کہ ہم مختلف نئی نئی ترکیبیں آزماتے رہے ہیں تو کیوں نہ اب وہ ترکیب لکھی جائے جو تقریباً ہر گھر میں پکائی جاتی ہے اور بہت ہی شوق سے کھائی جاتی ہے، تاکہ آپ کو عام چیزیں بھی بنانا آجائیں۔ جو چیز بھی آپ اپنے گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے ہوئے محبت سے بنائیں گے، ان شاء اللہ! وہ خوب ذائقہ دار بنے گی۔ بس دھیان یہ رکھنا ہے کہ پوری تحریر کو غور سے پڑھنا ہے۔ جلد بازی میں یہ نہ ہو کہ کوئی ایک بھی چیز رہ جائے اور آسان سی ترکیب میں بھی گڑبڑ ہو جائے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ اجزا کی پیمائش درست ہونی چاہیے۔ پیمائش ذرا سی بھی اِدھر اُدھر ہوئی اور گئی بھینس پانی میں۔ اب یہ مت پوچھیے گا کہ بھینس کہاں سے آگئی؟ یہ ایک محاورہ ہے۔ اگر اِس کا مطلب نہیں پتا تو کسی بڑے سے پوچھیے گا یا پھر تلاش کرنے کی کوشش کیجیے گا۔ اب ترکیب کا نام بتا دیا ہے تو کچھ تو ایسا ہونا چاہیے کہ آپ کو عقل دوڑانے پڑے۔ تو محاورے کا مطلب تلاشیے۔

اب پتیلی میں کھویا شامل کیجیے اور پانچ منٹ پکا کر چولھا بند کر دیجیے۔

کھیر کتنی گاڑھی ہونی چاہیے، یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔ آخر اب تک کئی بار کسی نہ کسی کے ہاتھ کی بنی کھیر کھا ہی چکے ہوں گے۔ اب اپنے ہاتھ کی کھیر بھی سب کو کھلایئے گا۔

ابھی تو یہ تھوڑی سی بنے گی، کیوں کہ تمام اجزا کی مقدار کم ہے، اس لیے کہ پہلی مرتبہ کوئی چیز بنائی جائے تو مقدار کم رکھنی چاہیے، تاکہ کوئی کمی کوتاہی رہ جائے تو چیزیں ضائع نہ ہوں۔ سب گھر والے اسے پسند کریں تو پھر اگلی مرتبہ اجزا کی مقدار بڑھالی جائے۔

اب احتیاط سے کھیر کو دَس منٹ تک ٹھنڈا کر کے پتیلی سے ایک پیالے میں ڈال لیجیے، لیکن زیادہ دیر مت کیجیے گا، ورنہ کھیر پتیلی میں ہی جمنا شروع ہو جائے گی۔ اب اس کے اوپر سب سے پہلے چاندی کے ورق رکھیں، پھر پسے کھوپرے اور باریک کٹے باداموں سے خوب صورتی سے سجائیں۔ لیجیے، مزے دار کھیر تیار ہے۔ یہ ترکیب آپ کے گھر میں بھی آپ کو کوئی سکھا سکتا تھا، مگر انومنو جیسی باتیں......!

کیا ایسی باتوں سے کوئی آپ کو یہ ترکیب سکھا سکتا ہے؟ بتایئے گا ضرور! آپ کو انومنو سے یہ ترکیب سیکھنا اچھا لگا ہو تو کیا کرنا ہے؟ یاد ہے نا! انومنو کو دُعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اگلے ماہ ایک نئی ترکیب کے ساتھ پھر ملیں گے۔ تب تک کے لیے اللہ حافظ!

بکھرے موتی

قارئین

☆ دولت حقیقتاً اس کی نہیں ہوتی جو حاصل کرتا ہے، بل کہ اس کی ہوتی ہے جو سلیقے سے خرچ کرتا ہے۔

☆ مصیبتیں، سچی خوشی کا پیش خیمہ ہیں، اس لیے انھیں خندہ پیشانی اور صبر وشکر سے برداشت کرو۔

☆ نیک انسان سب کچھ چھوڑنا گوارا کر لیتا ہے، لیکن خداوند کریم کی محبت سے منحرف نہیں ہوتا۔

☆ بنی ہوئی راہ پر چلنے والے سب ہی ہوتے ہیں، پر دُوسروں کے لیے راہ بنانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

(مناہل بنت یاسر۔کراچی)

☆ انصاف، بُرائیوں کو روکتا ہے۔

☆ انسان کی پہچان اچھا لباس نہیں، بل کہ اچھے اخلاق ہیں۔

☆ جھوٹ بول کر جیت جانے سے سچ بول کر ہار جانا بہتر ہے۔

☆ نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ ہم شکر کرتے ہیں یا ناشکری۔

(میکائیل بن فراز۔کراچی)

☆ اعتماد وہ نازک شیشہ ہے جو ایک مرتبہ ٹوٹ جائے تو پھر نہیں جُڑتا۔

☆ غصہ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ جو پی گیا اس نے بجھا دی، جو ضبط نہ کر سکا وہ خود اُس میں جلتا رہا۔

☆ زبان ایک ایسے درندے کی مانند ہے کہ اگر اُسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو بعید نہیں کہ بولنے والے ہی کو پھاڑ کھائے۔ (سلمی سلیم۔حیدرآباد)

☆ تین چیزوں کو کبھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے: قرض، فرض، مرض۔

☆ گلے شکووں سے زبان بندر کھنے سے راحت نصیب ہوتی ہے۔

☆ نیک اولاد سے بہتر کوئی میراث نہیں۔

☆ جو دنیا کو جس قدر پہچان لیتا اسی قدر اُس سے بے رغبت ہوتا ہے۔

☆ مسکراہٹ کی مٹھاس، چینی کی مٹھاس سے بہتر ہے۔

☆ زبان کی لغزش سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

(مسفرہ بنت فرخ۔سکھر)

☆ جس کو اِحساس نہ جگائے اسے کون جگا سکتا ہے۔

☆ خوش رہنے کے لیے دوسروں کو خوش رکھنا چاہیے۔

☆ زخم کھا کر صبر کرنا بڑا کام ہے، مگر زخم کھا کر مسکرانا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ (باقر علی۔لودھراں)

☆ کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جو دُوسروں کی غلطیوں کو جلد معاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ گفتگو ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان یا تو دِل میں اتر جاتا ہے یا دل سے اتر جاتا ہے۔

☆ انسان کے الفاظ، اس کی تربیت، اس کے مزاج اور اُس کے خاندان کا پتا دیتے ہیں۔

☆ منزلیں کبھی کسی کے گھر جا کر حاضری نہیں دیتیں، راستوں پر چلنے سے ہی منزلیں ملتی ہیں۔ (اشفاق۔اٹر نگ کیل)

مجھے پڑھنا ہے

صفحات کی کمی کی وجہ سے "پڑھاکو نمبر" میں شامل ہونے سے رہ جانے والی تحریر

مریم شہزاد۔ کراچی

"بس اب ہماری دوستی ختم۔" کنول نے یمنیٰ سے کہا تو اُس نے حیران ہو کر اُسے دیکھا اور پوچھا:

"مگر کیوں؟"

"وہ اس لیے کہ اب ہم بڑی جماعت میں آ گئے ہیں اور مجھے صرف پڑھنا ہے۔"

اور یمنیٰ کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ اب کیا کہے۔ پوری جماعت حیران پریشان تھی کہ ان دونوں کی دوستی کتنی پُرانی ہے، مگر اَب کیا ہوا۔ کچھ بچیوں نے کوشش بھی کی کہ وہ کنول کو سمجھائیں، مگر اُس کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ میں اب کسی سے دوستی نہیں رکھوں گی، صرف پڑھوں گی۔"

یمنیٰ بہت دل برداشتہ ہوئی، مگر پھر اُس نے بھی دوسری سہیلیاں بنا لیں، مگر کنول، جو پہلی جماعت سے اس کے ساتھ ساتھ تھی، اس جیسی دوستی کسی کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

"آ جاؤ کنول! ہم سب جمع ہیں۔" جب آدھی چھٹی ہوئی تو فاطمہ اور دُوسری سہیلیوں نے آواز دِی تو یمنیٰ نے آس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا، مگر کنول نے کہا: "نہیں بھئی، مجھے پڑھنا ہے۔" کبھی کوئی بلاتا کہ "آؤ کنول! ہم سب مل کر کھیل رہے ہیں۔" تو یمنیٰ سوچتی کہ اب شاید کنول آ جائے، مگر "نا بابا نا! میں نہیں کھیل رہی، مجھے تو پڑھنا ہے۔" کنول کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہتی۔

یہی نہیں، گھر میں بھی اس نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ گھر کے سب لوگ کہیں جا رہے ہوتے تو وہ منع کر دیتی۔ ہفتے ہفتے بھر ایک ہی کپڑے پہنے رہتی۔ مشکل سے ہی نہاتی، بالوں کو بھی بس اوپر اُوپر سے کنگھا کر لیتی۔

"کنول! رات کو شادی میں جانا ہے، تم بھی چلو گی؟" امی نے پوچھا۔

"نہیں امی! آپ لوگ چلیں جائیں، میں تو نہیں جاؤں گی، مجھے تو پڑھنا ہے۔" کنول نے جواب دیا۔

"آج کوئی نہیں رُکے گا تمھارے ساتھ۔ یہ کان کھول کر سُن لو۔" باجی اور بھیا ایک ساتھ بول اٹھے، کیوں کہ اس کی وجہ سے اکثر اُن میں سے کسی ایک کو رُکنا پڑتا تھا۔

لیکن کنول نے اس کا حل یہ نکالا کہ وہ اپنی کتاب ساتھ لے گئی اور وہاں بھی پڑھتی رہی۔ شادی میں کیا ہو رہا ہے، سب نے کب کھانا کھایا، اسے کچھ پتا نہیں چلا اور وہ ایسے ہی واپس آ گئی۔ آخر اِسکول میں اور گھر میں بھی سب نے اسے سمجھانا اور بات کرنا چھوڑ دیا۔ وہ اسکول میں

خالی دورانیے میں، آدھی چھٹی کے وقفے میں بس پڑھتی رہتی اور گھر میں بھی صرف کھانا کھانے کے لیے کتابیں بند کرتی۔ اپنے پاس بسکٹ اور چپس رکھ لیتی، وہی پڑھنے کے ساتھ ساتھ کھاتی رہتی۔ اسے پتا ہی نہیں چلا تھا کہ اب وہ پہلے جیسی صاف ستھری نہیں رہی تھی۔

چھے مہینے اسی طرح گزر گئے۔ اب امتحانات بھی ہونے والے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت سب گھر والے کہیں گئے ہوئے تھے کہ اسے باہر کچھ شور کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے اُٹھ کر دیکھا تو برابر والوں کے گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو پکڑنے میں زور زور سے ہنس رہے تھے۔ وہ کھڑکی سے انھیں دیکھتی رہی۔

''کتنا مزہ آرہا ہے نا انھیں!'' اس نے اپنے آپ سے کہا۔

''مجھے کتنے دن ہو گئے اس طرح کھیلے ہوئے۔'' اس نے سوچا۔

''مگر میں کیسے کھیل سکتی ہوں، مجھے تو پڑھنا ہے۔'' اس نے اپنا سر کھجایا۔

''اُف!'' اس کے منہ سے نکلا۔ کنول کی انگلیاں اس کے بالوں میں پھنس گئی تھیں۔ وہ شیشے کے پاس گئی۔

''ہائیں! یہ کون ہے؟''

''یہ تو میں ہوں، اتنی گندی!'' اس نے حیرت سے اپنے آپ کو دیکھا۔

ہر وقت پڑھنے کے چکر میں وہ صفائی کا خیال نہیں رکھتی تھی۔ بال بھی بس اُوپر اوپر سے بنا کر اِسکول چلی جاتی تھی۔ نہاتی بھی ہفتے میں ایک مرتبہ ہی تھی۔ امی اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں، مگر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ آج اپنے آپ کو غور سے دیکھا تو سمجھ میں آیا کہ اسکول میں بھی اب اس کے پاس کوئی کیوں نہیں بیٹھ رہا۔ اتنے میں امی آگئیں۔

''خیریت تو ہے، آج تم کتاب چھوڑ کر کھڑی کیسے ہو گئیں؟'' باجی نے پوچھا۔

''اور آپ کے ہاتھ میں کتابیں بھی نہیں ہیں۔'' چھوٹے بھائی نے کہا۔

''امی! کیا میں غلط کر رہی ہوں؟'' کنول نے بھائی بہن کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے امی سے پوچھا تو امی نے کہا:

''کیا غلط کر رہی ہو؟''

''یہ جو میں اتنا زیادہ پڑھتی رہتی ہوں، لیکن اگر میں زیادہ نہیں پڑھوں گی تو میری پوزیشن کیسے آئے گی۔'' کنول پریشان ہو کر بولی۔

''تم بہت زیادہ نہیں، بل کہ ضرورت سے زیادہ پڑھ رہی ہو۔ پوزیشن لانے کے لیے صرف پڑھنا ہی ضروری نہیں ہوتا، ساتھ کچھ دیر کھیل بھی ضروری ہے، اپنی صفائی ستھرائی بھی ضروری ہے، امی ابو کی بات ماننا بھی ضروری ہے، دوستوں کے ساتھ مل کر رہنا بھی ضروری ہے۔ اگر آپ صرف یہ سمجھو کہ پڑھتی ہی رہو گی تو پوزیشن آئے گی تو ایسا ہو تو سکتا ہے، مگر تم تنہا رہ جاؤ گی۔ سہیلیاں نہیں ہوں گی تو تمھیں سب سے بات چیت، ہنسی مذاق کرنا نہیں آئے گا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ یہ سب کچھ بھی ضروری ہے۔'' امی نے سمجھایا تو کنول بہت شرمندہ ہوئی کہ اتنے دن میں اس کی کیا حالت ہو گئی۔ اس نے امی سے معافی مانگی اور نہا کر صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ دوسرے دن اسکول جا کر سب سہیلیوں، خاص طور پر یمنی سے معافی مانگی اور بتایا کہ اب وہ سب کے ساتھ مل کر کھیلے گی بھی اور کھانا بھی کھائے گی۔

''لیکن ہم تو اَب نہیں کھیلیں گے۔'' یمنی نے مسکرا کر کہا تو سب نے اس کی تائید کی۔

''مگر کیوں؟ میں معذرت تو کر چکی ہوں۔'' کنول رونے والے انداز میں بولی۔

''کیوں کہ اب اگلے ہفتے سے امتحان شروع ہیں اور، اور......'' یمنی نے یہ کہہ کر سب کی طرف دیکھا تو سب نے مل کر کہا:

''اور ہمیں پڑھنا ہے۔'' اور پھر سب کھلکھلا کر ہنس دیں۔ اس ہنسی میں کنول کی ہنسی بھی شامل تھی۔

سوال آدھا جواب آدھا (۵۸)

الطاف حسین۔ کراچی

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۲۹ فروری تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو اِنعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

❶ قرآن مجید کی ''سورۂ فاطر'' کو ''سورۂ ملائکہ'' بھی کہا جاتا ہے...... بتایئے ''سورۂ محمد (ﷺ)'' کا دُوسرا نام کیا ہے؟

❷ نفل نماز ''اشراق'' (2 تا 4 رکعات) سورج طلوع ہونے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد اَدا کی جاتی ہے...... بتایئے نفل نماز ''اَوّابین'' (6 تا 20 رکعات) کس وقت پڑھی جاتی ہے؟

❸ ''سبیل'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں لوگوں کو بلا معاوضہ پانی پلایا جاتا ہے...... ''سلسبیل'' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

❹ ''یومِ عاشورہ'' 10 محرم الحرام کو کہا جاتا ہے...... بتایئے ''یومِ عرفہ'' کس دن کو کہتے ہیں؟

❺ اہلِ عرب نے پاکستان کے مشہور شہر ملتان کو ''مدینۃ الذہب'' (سونے کا شہر) کا خطاب دیا تھا...... بتایئے، سلطنتِ مغلیہ کے دورِ حکومت کے دوران میں کس شہر کو ''دارُالامن'' (امن والا شہر) کے خطاب سے نوازا گیا تھا؟

❻ مشہورِ زمانہ نظم ''آدمی نامہ'' کے شاعر، نظیر اکبر آبادی ہیں...... آپ یہ بتایئے کہ نظم ''ہنس نامہ'' کس شاعر کی ہے؟

❼ ''شاہ فیصل مسجد'' پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع ہے...... ''مسجد وزیر خان'' پاکستان کے کس شہر میں واقع ہے؟

❽ وٹامن ''B1'' کی کمی دور کرنے کے لیے انڈے اور ہر قسم کی دالوں کا استعمال کرنا چاہیے...... وٹامن ''B12'' کی کمی دور کرنے کے لیے کون سی چیزیں استعمال کرنی چاہییں؟

❾ ''لال بیگ'' ایک کیڑے کا نام ہے...... بتایئے ''خنجر بیگ'' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

❿ ''پاؤں پھونک پھونک کر رکھنا'' اردو زبان کا ایک محاورہ ہے، جس کا مطلب ہے: ''بہت احتیاط کرنا''...... بتایئے ''پیٹ کا ہلکا ہونا'' کا کیا مطلب ہے؟

عمارہ فہیم۔ کراچی
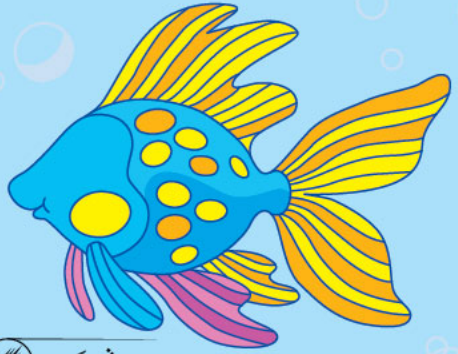
صفحات کی کمی کی وجہ سے "پڑھاکو نمبر" میں شامل ہونے سے رہ جانے والی تحریر

نیلی مچھلی

"نیلی! تم کہاں جا رہی ہو؟ آؤ نا، ہم مل کر سیر کرتے ہیں۔"

نیلی مچھلی، جسے ہر وقت کھیل کود اور پورے علاقے کی سیر کرنا، اوپر نیچے قلابازیاں کھانا پسند تھا، آج بھی وہ اپنی تربیت گاہ کی چھٹی کر کے سیر کے لیے نکلی ہوئی تھی کہ اسے اپنی ایک ہم جماعت نظر آئی۔

"میں تو تربیت گاہ جا رہی ہوں، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ تم بھی ساتھ چلو۔"

سنہری مچھلی نے اپنے ہونٹ گول کر کے جلدی جلدی کہا۔

"کیا تم ہر وقت پڑھنے جاتی رہتی ہو یا پھر کتابوں میں سر دیے رہتی ہو کبھی سیر و تفریح کر کے دیکھو، کتنا مزہ آتا ہے۔"

نیلی نے پانی میں خوشی سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔

"نا بابا! ابھی ہمیں مکمل تربیت کی ضرورت ہے، ہمیں صحیح طرح تیرنا نہیں آتا اور نقصان پہنچانے والی چیز سے کیسے بچنا ہے، یہ بھی نہیں پتا اور اُستانی کہتی ہیں کہ اس کے لیے ہمیں پڑھنا، لکھنا اور اچھی طرح سیکھنا پڑے گا۔"

سنہری نے کافی سمجھداری کی باتیں کیں، مگر نیلی پر اُن کا کوئی اثر نہ ہوا۔

"تم بھی بس پڑھ پڑھ کر بوڑھی ہو گئی ہو، اسی لیے بڑوں جیسی باتیں کر رہی ہو اور لیکچر دے رہی ہو۔ تمھیں بور ہونے کا شوق ہے تو جاؤ، میں تو نہیں جا رہی، کسی تربیت گاہ میں، کیوں کہ مجھے بہت اچھی تیراکی بھی آتی ہے اور اپنے دشمن سے نمٹنا بھی۔"

نیلی نے اپنی دم کو لہرایا اور آنکھوں کو گول گول گھما کر ایک اونچی سی چھلانگ لگائی اور آگے بڑھ گئی۔ پیچھے نیلی افسوس سے سر ہلا کر تربیت گاہ چلی گئی۔

......☆......

"دیکھو پیاری رنگ برنگی ننھی منی مچھلیو! کچھ باتیں آج میں آپ کو بتاؤں گی، انھیں خوب اچھی طرح سمجھے گا۔

ا۔ ہم دوسروں کو دیکھ دیکھ کر بہت سی چیزیں سیکھ ضرور جاتے ہیں، لیکن ان میں مہارت پیدا نہیں ہوتی اور جب مہارت نہیں ہوتی تو ہمیں کہیں نہ کہیں نقصان ضرور ہوتا ہے۔ اس نقصان سے بچنے کا ایک ہی حل ہے، پڑھنا اور سیکھنا۔

۲۔ تعلیم ہر ایک کے لیے ضروری ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ ہم سمندری مخلوق ہیں اور ہمارے ارد گرد بہت سارے شکاری ہیں، جن کا ہمیں ادراک نہیں ہوتا۔ ان شکاریوں سے بچنے کے لیے ہمیں ایک تو اِس چیز کی مکمل تعلیم لینا ضروری ہے اور دوسرا ہوش یار رہنے کی ضرورت ہے کہ دور سے ہی خطرہ بھانپ لیں اور شکاری کے شکار میں پھنسنے سے بچ جائیں۔"

......☆......

آج کی تربیت گاہ میں استانی نے بہت اچھی اچھی باتیں بتائی تھیں۔ سنہری تمام باتوں کو بغور سن کر راستے میں پوری ہوش یاری سے تیرتی ہوئی جا رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر دُور کسی لٹکی ہوئی چیز پر پڑی اور وہ احتیاط سے تیرتی ہوئی قریب آتی گئی۔

"اوہ! یہ تو نیلی ہے، لگتا ہے یہ کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی ہے۔ مجھے سوچنا ہوگا کہ استانی نے ہمیں ایسی صورت حال میں کس طریقہ کار پر عمل کرنے کا بتایا تھا، آ گیا۔"

سنہری نے پہلے دماغ پر زور ڈالا اور پھر خوشی سے اُچھل پڑی۔ وہ تیزی سے اس ڈور کے قریب آئی جو نیلی کے منہ میں پھنسی ہوئی تھی، اور جلدی جلدی اپنے تیز دانتوں اور دُم پر لگے کانٹوں کی مدد سے اس ڈور کو کاٹ دیا۔ ڈور کٹتے ہی نیلی، جس کے منہ میں کانٹا پھنسا ہوا تھا اور وہ تکلیف سے تڑپ رہی تھی، نہ اس سے تیرا جا رہا تھا اور نہ خود کو سنبھالا جا رہا تھا، وہ پانی میں نیچے گرنے لگی۔

ڈور کاٹنے سے پہلے سنہری نے ایک مخصوص آواز منہ سے نکالی تھی، جس کی وجہ سے اردگرد سے مچھلیاں اس طرف آنا شروع ہوگئی تھیں۔ سب نے مل کر نیلی کو سہارا دیا اور فوراً سمندری دواخانے لے آئیں، جہاں ڈاکٹر مچھلہ نے بہت احتیاط سے نیلی کے منہ میں پھنسا کانٹا نکالا، جس سے نیلی کی تکلیف مزید بڑھ گئی، لیکن اسے ایک سبق مل گیا تھا کہ تعلیم حاصل کرنا اور فن سیکھنا بہت ضروری ہے، ورنہ ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

تعلیمی کھیل ۱ کا درست جواب:

آزادی کا شمار دنیا کی بیش بہا نعمتوں میں ہوتا ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لیے قومیں بڑی بڑی قربانیاں دیتی ہیں۔ دورِ جدید میں آزادی کو برقرار رکھنا ایک زبردست مسئلہ بن گیا ہے۔ موجودہ دور ایٹم بم اور میزائل کا دور ہے۔ اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ملک فوجی لحاظ سے اس حد تک مضبوط ہو کہ وقت پڑنے پر جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکے اور اپنی آزادی کا تحفظ کر سکے۔

۹۶

ذوقِ معلومات

یہ کل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔

اگر آپ ان اشارات کے ذریعے درست جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اپنی معلومات کا انعام ہم سے پایئے۔ آپ کا جواب ۲۹، فروری تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کیا ہے؟

۱ یہ ریاست 13,300 مربع کلومیٹر (5,135 مربع میل) پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کا ریاستی کھیل پولو ہے اور رِیاستی درخت، چنار ہے۔

۲ اس کا ریاست دارالحکومت مظفر آباد ہے اور اِس کی آبادی تقریباً 40 لاکھ ہے۔

۳ یہاں پہاڑی زبان، ہندکو، گوجری، پنجابی اور کشمیری زبانیں بولی جاتی ہیں۔

۴ اس ریاست کی شرحِ تعلیم 65 فی صد ہے۔ اس ریاست میں 10 اضلاع اور 32 تحصیلیں ہیں۔

۵ یہ ریاست اپنی قدرتی خوب صورتی اور دل کش مناظر کی وجہ سے بھی جانی جاتی ہے۔ انھی خوب صورت مناظر کی وجہ سے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے اس ریاست کو زمین پر جنت کہا تھا۔

سعد علی چھیپا۔ کراچی

امام مہدی رضی اللہ عنہ

جھوٹوں کے جھوٹے کے اندر بہت سے لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں، اس لیے اصلی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق بتانا بہت ضروری ہے۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، اس کے علاوہ قیامت کی چھوٹی نشانیاں بھی ہیں۔ یہاں قیامت کی دیگر نشانیوں کا ذِکر نہیں کیا جائے گا۔

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہوگی کہ ملک عرب یا شام میں ایک شخص پیدا ہوگا، یہ شخص ملک شام اور مصر پر قبضہ کر لے گا اور یہاں کا بادشاہ بن جائے گا۔ اس وقت روم کا بادشاہ، عیسائیوں کے ساتھ جنگ کرے گا اور قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔ (روم، اطالیہ (اٹلی) کا دار الحکومت ہے۔) اس کے بعد شام کے بادشاہ اور رُوم کے بادشاہ کے مابین صلح ہو جائے گی، دونوں مل کر دُنیا پر حکومت کریں گے۔ اس وقت کچھ لوگ ان دونوں بادشاہوں کے مقابلے پر لشکر لے کر نکلیں گے، دونوں بادشاہوں کی فوجیں مل کر دشمن سے لڑیں گی اور انھیں فتح ہو جائے گی۔ اس فتح کی خوشی میں ایک عیسائی خوب شور مچائے گا:

''صلیب غالب آ گئی ہے، ہمیں اس کے نام سے فتح ہوئی ہے۔''

اسلامی فوج کا ایک سپاہی اسے روکتے ہوئے کہے گا:

''خبردار! ایسی بات مت کہو، یہ فتح صلیب کی وجہ سے نہیں، بل کہ دین اسلام کی وجہ سے ہوئی ہے۔''

''نہیں یہ فتح صلیب کی وجہ سے ہوئی ہے۔''

''یہ فتح اسلام کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔''

اس بات پر دونوں کا جھگڑا ہو جائے گا، جھگڑا بڑھے گا اور مار پیٹ تک نوبت آ جائے گی۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں گے اور اپنی اپنی قوم کے لوگوں کو مدد کے لیے پکاریں گے۔ اس پکار پر مسلمان اور عیسائی، دونوں طرف کے لوگ آ جائیں گے اور اپنے اپنے ساتھی کی مدد کریں گے، یوں آپس میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ یہ خانہ جنگی اس قدر بڑھ جائے گی کہ اس خانہ جنگی میں مسلمانوں کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور رومی بادشاہ، ملک شام پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے گا۔ مسلمان وہاں سے بے سروسامانی کی حالت میں نکل کر مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ یہ بہت مشکل وقت ہوگا۔ لوگ کا خیال ہوگا کہ اب امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کا وقت ہو چکا ہے، اس لیے انھیں تلاش کیا جائے اور اُن سے بیعت کی جائے، تا کہ وہ ہمیں دشمنوں سے نجات دلوائیں۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی اس وقت مدینہ منورہ میں ہوں گے۔ وہ حالات کی سنگینی کو دیکھ کر اندازہ لگالیں گے کہ اب مسلمان مجھے خلیفہ منتخب کریں گے اور اِن حالات کو سُدھارنے کے لیے مجھ پر زور ڈالیں گے، جب کہ ان کے اپنے خیال میں وہ اس کام کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔

جب کہ حقیقت میں ایسی بات نہیں ہوگی، وہ اس کام، یعنی

خلافت کے اہل ہوں گے، لیکن عاجزی کی وجہ سے خود کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے ہوں گے۔ اس زمانے میں لوگوں کو اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مشغول دیکھ کر کچھ لوگ مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ بھی کریں گے، جیسے کہ پہلے بھی کچھ لوگ یہ جھوٹا دعویٰ کر چکے ہیں۔

امام مہدی کے متعلق ایک غلط بات یہ مشہور ہے کہ امام مہدی ایک غار سے نکلیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو لوگ اسے اس غار سے نکلنے والا مہدی سمجھ کر اُس کی اطاعت کر لیتے ہیں یا اگر اُن سے کوئی مہدی کے پاس سے خط لانے کی بات کرتا ہے تو اُس کی بات قبول کر لیتے ہیں، جب کہ حقیقت میں ایسا کوئی شخص ہے ہی نہیں۔ یہ بدعقیدہ لوگوں کی باتیں ہیں۔ ان کے مطابق امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں اور ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں، جب ان کے ظاہر ہونے کا وقت آئے گا تو غار سے نکل کر آجائیں گے۔ یہ باتیں صرف قصہ کہانی ہی ہیں، ان کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، جب کہ اصلی امام مہدی کے متعلق احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

یہ احادیث ہی ہیں جن کی وجہ سے اہل حق ان مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے داروں کو کسی خاطر میں نہیں لائیں گے اور اَصلی امام مہدی کی تلاش جاری رکھیں گے۔ احادیث مبارکہ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مہدی (کا ظاہر ہونا) حق ہے۔''

(مستدرک حاکم، ۴/ ۶۰۰، رقم: ۸۶۷۱)

مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا اس قدر حق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''(آخری زمانے میں) اگر دُنیا کا ایک دن بھی باقی ہوگا، اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اِس دنیا کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جیسے اس سے پہلے ظلم سے بھری ہوگی۔''

(مسند احمد، ج:۱،ص:۹۹۔ ابوداود، کتاب المہدی، الرقم: ۴۲۸۲۔ ترمذی، باب ماجاء فی المہدی، الرقم: ۲۲۳۰)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اَحادیث بیان فرمائی ہیں، ان کے مطابق امام مہدی رضی اللہ عنہ سید ہوں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، جب کہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کر فرمایا:

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سردار فرمایا ہے۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص ہوگا، جس کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوگا، وہ اخلاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوگا۔''

(ابن ماجہ، مسند احمد)

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت ہوگی، یعنی بولتے ہوئے اٹکیں گے، اس سے تنگ دل ہو کر کبھی کبھی اپنی ران پر ہاتھ ماریں گے۔ آپ کا علم لُدنی (اللہ میاں کی طرف سے عطا کیا ہوا تحفہ) ہوگا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے کہ اس وقت نیک لوگوں کی جماعت وہاں پہنچ جائے گی اور اُنھیں وہاں دیکھ کر پہچان لے گی اور بیعت کرنے کے لیے مجبور کرے گی۔ اس واقعے سے پہلے رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن ہو چکا ہوگا۔

وہ لوگ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے پاس امام مہدی رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں گے۔

جو لوگ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے لیے آئیں گے ان سب کی تعداد اَہل بدر کی تعداد کے مطابق ہوگی، یعنی ۳۱۳۔

پوری دنیا کے نیک لوگ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظاہر ہونے کی خبر سن کر اُن سے بیعت کے لیے آنے لگیں گے، ان لوگوں میں عراق اور شام کے ولی اور بزرگ بھی ہوں گے۔

(مستدرک حاکم، ۴/ ۴۷۸، رقم ۸۳۲۸)

پہلے نیک لوگ، امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظاہر ہونے کی خبر سُن کر سمجھیں گے کہ یہ بھی کوئی ایسا شخص ہے جو اِمام مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے، اس لیے نیک لوگ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے۔ رومی بادشاہ (جس کا ذکر ابھی پیچھے ہوا ہے، جو اُس وقت پوری دنیا کا حاکم ہوگا اور اُسی کی وجہ سے مسلمان بہت زیادہ پریشان ہوں گے) اس خبر کو سُن کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک لشکر

بھیجے گا۔ ابھی یہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کے دامن میں آرام کر رہا ہوگا کہ اس لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اس لشکر میں نیک اور بد، دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، قیامت کے روز ہر ایک سے اس کے دین اور ایمان کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ اس لشکر والوں میں سے صرف دو آدمی بچیں گے، ایک آدمی امام مہدی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوگا اور اُنھیں بتائے گا:

''ہم لوگ بادشاہ کے حکم سے آپ سے لڑنے کے لیے آ رہے تھے کہ ہمارا لشکر کے زمین میں دھنس گیا، صرف میں اور میرا ایک ساتھی بچے ہیں۔''

''تمھارا ساتھی کہاں ہے؟'' کوئی اس شخص سے سوال کرے گا۔

''میرا ساتھی بادشاہ کو بتانے کے لیے گیا ہے کہ لشکر کا کیا حال ہوا ہے۔''

اس لشکر کے زمین میں دھنسنے کی خبر جب سب جگہ پہنچے گی تو پھر نیک لوگوں کو احساس ہوگا کہ اب حدیث کے مطابق اصل امام مہدی رضی اللہ عنہ ظاہر ہو گئے ہیں، کوئی جھوٹا دعوے دار نہیں ہے، اس لیے سب کو اُن کی پیروی اور اُن سے بیعت کرنی چاہیے، چناں چہ اب تمام نیک لوگ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے بیعت کے لیے آئیں گے۔

اس لشکر کے دھنسنے کی خبر سن کر عیسائی اور رومی، دونوں دوستی کر لیں گے اور مسلمانوں اور اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکٹھے ہو کر جنگ کی تیاری شروع کر دیں گے۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کو بھی اس بات کی اطلاع مل جائے گی، اس لیے وہ بھی اپنا لشکر ترتیب دیں گے اور مدد کے لیے فوجیں منگوائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مہدی میری آل (اولاد) سے ہوں گے، جو میری سنت (کو قائم کرنے) کے لیے جنگ کریں گے۔''

(کتاب الفتن لنعیم، ۱/۳۷۱، الرقم: ۱۰۹۲)

....(جاری ہے)....

سوال آدھا، جواب آدھا ۵۰ کے درست جوابات

۱ منزل نمبر 2 جو پانچ سورتوں (سورۂ مائدہ، سورۂ انعام، سورۂ اعراف، سورۂ انفال اور سورۂ توبہ) پر مشتمل ہے۔

۲ حضرت داود علیہ السلام۔

۳ 3 غزوات (غزوۂ عام الفتح (اس غزوہ کو ''غزوۂ فتح الاعظم'' اور ''فتح مکہ'' بھی کہا جاتا ہے۔)، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف)۔

۴ یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔

۵ نظیر اکبر آبادی۔

۶ ائیر چیف مارشل (پاکستان ائیر فورس)۔ ایڈمرل (پاکستان نیوی)۔

۷ چٹاگانگ۔

۸ تہران۔

۹ پاکستان (نوٹ: ''درّہ شیندور'' کی ایک وجہ شہرت یہ بھی ہے کہ یہاں دنیا کا بلند ترین پولو گراؤنڈ واقع ہے۔ ضلع چترال اور ضلع گلگت کو ملانے والے اس عالمی شہرت یافتہ درّے کی بلندی 12500 فٹ ہے۔

۱۰ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ویسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

ذوقِ معلومات (۹۳) کا درست جواب

☆ توپ کاپی سرائے محل، استنبول

پرانے پڑھا کو نظم کا درست جواب

نظم ''پرانے پڑھا کو'' میں بیان کردہ قصے کے بزرگ کا نام نامی:
حضرت ابوالحسین مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ ہے، جنھیں ہم امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتے ہیں۔ حدیث شریف کی دوسری بڑی کتاب صحیح مسلم والے۔

(سیر اعلام النبلاء للامام ذہبی، ج:12، 564)

کتنی پُر عظمت ہیں مائیں

ایوب اختر۔لیاقت پور

کتنی پُر عظمت ہیں مائیں
دیتی ہیں ہر وقت دعائیں

ساون کی برساتوں میں بھی
سرما کی یخ راتوں میں بھی
دیکھیں بچے کا جب رونا
دے کر اس کو خشک بچھونا
گیلے پر یہ خود سوجائیں
کتنی پُر عظمت ہیں مائیں

بچے نافرماں ہوں گرچہ
کیسے ہی ناداں ہوں گرچہ
پھر بھی ان بچوں کے سر پر
تان کے رکھتی ہیں جیون بھر
رحمت اور شفقت کی ردائیں
کتنی پُر عظمت ہیں مائیں

سب سن کر چپ رہ لیتی ہیں
دل پر صدمے سہہ لیتی ہیں
اپنی یہ اولاد کی خاطر
رہتی ہیں جی جان سے حاضر
ان کی ہیں بے مثل وفائیں
کتنی پُر عظمت ہیں مائیں

ڈرائیور: ''چلو بچو! شاباش، جلدی جلدی بیٹھو۔''

بچے: ''انکل! وین کو کیا ہوا ہے؟''
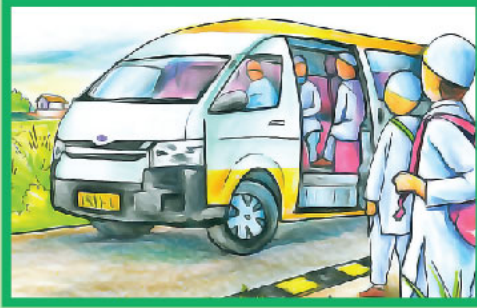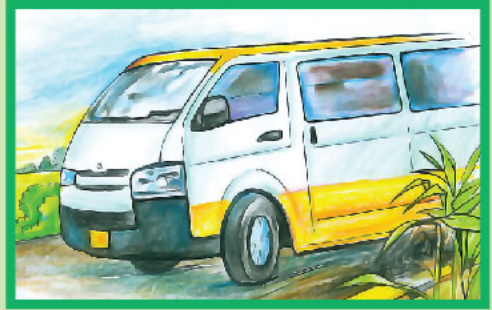
بچے: ''انکل! ہم باہر نکل جائیں؟ اندر بہت گرمی ہے۔''

ڈرائیور: ''بیٹا! آپ لوگ اندر ہی بیٹھے رہیں باہر بھی بہت گرمی ہے، دور دُور تک کوئی درخت نہیں ہے۔''

حسان: ''اگر درخت ہوتے تو کیا گرمی نہیں ہوتی؟''

ڈرائیور: ''گرمی تو ہوتی، لیکن کچھ کم ہوتی اور میں یہ گاڑی درخت کے نیچے جا کر کھڑی کر دیتا تو آپ سب کو بھی گرمی کم لگتی۔ گاڑی بہت گرم ہوگئی ہے۔ آپ سب دعا کریں، گاڑی جلدی ٹھیک ہو جائے۔''

عمر: ''میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔''

بچے: ''کیسا خیال؟''

درخت لگائیں

عمر: ”ہم سے اپنے کچھ دنوں کے جیب خرچ کے پیسے جمع کر کے کچھ پودے خرید لیں اور ڈرائیور انکل کے ساتھ یہاں آ کر لگا دیں۔“

زبیر: ”ہم اپنے اپنے گھروں میں بتا کر آئیں گے اور اپنے پرنسپل صاحب کو بھی، وہ یقیناً ہمارے اس عملی کام سے خوش ہوں گے۔“

پرنسپل صاحب: ”کچھ بچے، مقامی لوگوں کے گھر جائیں اور اُن سے کہیں کہ ان پودوں کو روز پانی دیں، تا کہ یہ پودے خشک نہ ہوں۔“

حسن: ”کچھ عرصے بعد جب یہ پودے، درخت بن جائیں گے تو لوگ ان کی چھاؤں سے کتنے خوش ہوں گے۔“

ابوبکر: ”اور جب لوگ خوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے، پھر ہمیں کتنی ساری نیکیاں ملیں گی!“
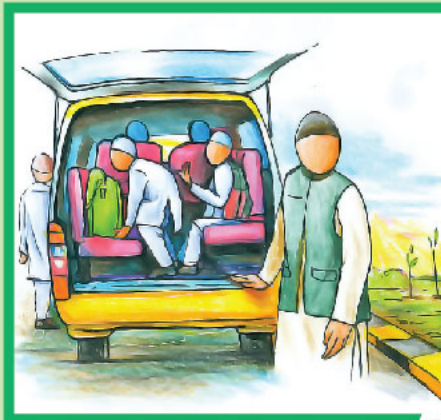
پرنسپل صاحب: ”کیا آپ سب جنت میں بھی درخت لگانا چاہتے ہیں!؟“

زبیر: جنت میں تو درخت ہوتے ہیں!“

پرنسپل صاحب: ”جنت میں درخت، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے لگتے ہیں ہم جتنی مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور استغفر اللہ کہیں گے جنت میں اتنے ہی درخت لگتے رہیں گے۔ اب سب بچے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔“

حسن: ”میں اب ہر روز نماز پڑھنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کروں گا، تا کہ جنت میں میرے پاس بہت سارے درخت ہوں۔“

تمام بچے: ”ہم سب بھی ذکر کریں گے، ان شاء اللہ!“

انٹرویو کی لائن میں کھڑا شفیق بے چینی سے اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ تین گھنٹوں کے طویل انتظار کے بعد اُس کا نام پکارا گیا۔

وہ جوں ہی انٹرویو کے لیے آگے بڑھا اسے فوراً روک دیا گیا۔ شفیق نے کچھ پس و پیش کی، مگر اُسے بتایا گیا کہ ابھی صاحب کے خاص مہمان آئے ہیں۔ صاحب ان سے ملاقات میں مصروف ہیں۔''

مزید ایک گھنٹے بعد وہ انٹرویو کے لیے دفتر کے اندر گیا۔

''السلام علیکم!'' شفیق نے ہلکے سے تبسم کے ساتھ سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' سامنے بیٹھے شخص نے بغیر سر اُٹھائے جواب دیا اور شفیق کے ہاتھ سے فائل لے کر اُسے ٹٹولنے لگا۔

''کچھ اپنے گھر کے حالات بتاؤ!'' سامنے بیٹھے شخص نے سر اُٹھاتے ہوئے کہا۔

''سر! میں لکی اسٹار سوسائٹی کے عقب میں واقع غریب نواز بستی میں اپنے والد کے ساتھ رہتا ہوں۔''

''اوہ! مطلب یہ کہ تم یہ نوکری نہیں کر پاؤ گے۔''

''کیا مطلب؟ سر! میں کچھ سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے اس ملازمت کے لیے جو تعلیمی قابلیت درکار ہے وہ مجھ میں موجود ہے۔'' شفیق نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنی پریشانی ظاہر کی۔

''ٹھیک ہے۔ یہ سب تمھاری محنتیں اور کاوشیں اپنی جگہ، اس پوسٹ کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے، تم وہ ادا کرنے سے قاصر ہو۔'' سامنے بیٹھے شخص نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

''سر! کیا آپ کھل کر بتائیں گے؟''

''کتنا مال دے سکتے ہو؟'' سامنے والے نے بغیر کسی جھجک کے سوال کر ڈالا۔

''اوہ! کیا؟ نہیں سر! میں اس حالت میں نہیں کہ کوئی رقم ادا کر سکوں۔''

''ٹھیک ہے، پھر تم واپس جا سکتے ہو۔ اس منصب کے لیے اور کئی خواہش مند موجود ہیں، جو ہمارے ہر معیار پر پورے اتر سکتے ہیں۔'' سامنے والے نے ڈھٹوک انداز سے جواب دے دیا۔

''سر! ابھی میں بے شک آپ کو رقم ادا کرنے سے قاصر ہوں، لیکن اگر مجھ میں اس کی سکت ہوتی تب بھی میں یہ قدم نہ اٹھاتا۔ میرے ابا کہتے ہیں: جس کام کا آغاز ہی غلط طریقے سے ہو اُس کا انجام بالآخر خراب ہی ہوتا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اپنا انجام خطرے میں ڈالوں۔'' شفیق نے پُرزور لہجے میں اپنا موقف

سنایا اور اپنی دستاویزات اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......

شفیق اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ غریب نواز بستی میں رہتا تھا۔ ماں بچپن ہی میں دنیا سے چل بسی تھی۔ بوڑھے باپ نے محنت اور مشقت کے ساتھ نہ صرف شفیق کی پرورش کی، بل کہ اپنا سب کچھ قربان کر کے شفیق کو اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی۔

آج شفیق بہت خوش تھا۔ اس کی محنت رنگ لانے والی تھی، لیکن انٹرویو میں ہونے والی گفتگو نے شفیق کو غم زدہ کر دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے۔ بھلا اتنی محنت کے بعد نتیجہ اگر یہی ملنا ہو تو محنت نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

☆......

''برخوردار! آ گئے تم، کیسا رہا تمھارا اِنٹرویو؟'' بوڑھا باپ، بیٹے کے گھر میں قدم رکھتے ہی پکارا۔

''ابا! کیا بتاؤں؟ کہنے کو اِنٹرویو تھا، لیکن حقیقت میں قابلیت اور صلاحیت کا گلا گھونٹا جا رہا تھا۔ پہلے پہل تو اِنٹرویو کی قطار میں لگنا پڑا۔ تین گھنٹے بعد میری باری آئی۔ جیسے ہی میں انٹرویو کے لیے بڑھنے لگا مجھے فوراً یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ ابھی صاحب کے خاص مہمان آئے ہیں، صاحب ان سے ملاقات کر رہے ہیں۔ وہ تو بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ وہ بھاری سفارش کے ساتھ آئے تھے۔ ان کا انٹرویو فائنل کر کے منصب انھیں دے دیا گیا۔'' شفیق نے مایوس کن لہجے میں بوڑھے باپ کو رُوداد سنائی۔

''ارے شفیق! غم نہ کرو بیٹا! خدا کرم کرے گا۔ آج نہیں تو کل، تمھیں اپنی محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

''ابا! اب آپ بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ یہاں پیسا اور سفارش ہے تو آپ کی اہمیت ہے، ورنہ آپ کچھ نہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ بیرونِ ملک چلے جاتے ہیں۔ کم از کم دو وقت کا کھانا اور سکون کی فضا تو میسر ہوگی۔'' باپ کی بات سن کر شفیق بے ساختہ دل کی بات زبان پر لے آیا۔

''بیٹا شفیق! اگر یہ فیصلہ عقل مندانہ ہوتا تو میں اپنی جوانی میں ہی کر چکا ہوتا اور آج ہم کسی بھی سرزمین پر سکھ کا سانس لے رہے ہوتے۔

اور بیٹا! رہی بات ناانصافی کی تو بیٹا! یہ نشیب و فراز تو زمانے کا حصہ ہیں۔ بُرائی نہ ہو تو اچھائی کی پہچان کیسے ہو؟ تم اپنے دائرے سے اچھائی کا آغاز کرو، کام یابی تمھاری منتظر ہوگی۔ نوکری نہیں ملی تو کیا ہوا، بوڑھے باپ کی ریڑھی تو موجود ہے، ایمان داری سے کام شروع کرو اور اپنے حصے کا دِیا جلائے جاؤ۔ دیکھنا، دھیرے دھیرے ہر چیز روشن ہوتی چلی جائے گی۔'' بوڑھے باپ کے جواں حوصلوں کو دیکھ کر شفیق مسکراتے ہوئے ابا کے سینے لگ گیا۔

☆......

''ٹوں، ٹوں، ٹوں، ٹوں۔'' خلاف معمول موبائل پر گھنٹی کی آواز گونجی۔

موبائل پر موصول پیغام پڑھتے ہی شفیق کا چہرہ تمتما اٹھا۔

''جنابِ شفیق صاحب! آپ کل صبح سے اپنی ملازمت شروع کر سکتے ہیں، اس لیے کہ جس کام کا آغاز ہی غلط طریقے سے ہو اُس کا انجام بالآخر خراب ہی ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنا انجام خطرے میں ڈالوں۔ اور میں بھی بحیثیت مینیجر اپنے شعبے کا آغاز اچھے طریقے سے کرنا چاہتا ہوں۔''

''ابا، ابا! یہ دیکھیں۔ یہ پیغام آیا ہے۔'' شفیق دوڑتے ہوئے ابا جان کے پاس پہنچا۔

بوڑھے باپ نے پیغام پڑھتے ہی شفیق کا ماتھا چوم لیا۔ وہ اپنی تربیت پر خدا کا شکر گزار تھا، جس کی بدولت نہ صرف شفیق کو کام یابی ملی، بل کہ معاشرے پر بھی اس کا مثبت اثر قائم ہوا۔

بوڑھا باپ، شفیق کی آواز پر سوچوں سے باہر آیا:

''دیکھنا ابا! اب میں شام کو دفتر سے آنے کے بعد بستی کے بچوں کو مفت تعلیم دے کر آپ کی خواہش بھی پوری کر سکوں گا، تا کہ جو جوت آپ نے جلائی ہے اس کی روشنی چہار سُو پھیلتی چلی جائے۔

پڑھاکو کی محنت

حُسن آرا۔ فیصل ملکوال

علی ایک چھوٹا سا اور کمزور سا بچہ تھا۔
وہ چوتھی جماعت میں نیا نیا آیا تھا۔
اس کی نظر بھی خاصی کمزور تھی۔ اسے بغیر چشمہ لگائے صاف نظر نہیں آتا تھا۔
وہ بہت محنتی تھا، اپنی پڑھائی پر پوری توجہ دیتا تھا اور بہت محنت کرتا تھا۔
اس کے کچھ ساتھی بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے اس کا مذاق اڑاتے تھے کہ وہ بہت پڑھاکو ہے۔ علی کو اپنے ساتھیوں کی باتیں سن کر تکلیف ہوتی تھی، لیکن وہ پھر بھی پڑھتا رہتا تھا۔

کچھ لڑکے اسے بہت تنگ کرتے تھے۔ علی ان کی باتوں سے پریشان ہو جاتا تھا، لیکن پھر اُس نے سوچا کہ وہ ان سے لڑے بغیر اِتنی محنت کرے گا کہ سب سے آگے بڑھ جائے گا۔ علی نے اپنی محنت جاری رکھی۔ اسے معلوم تھا

کہ وہ اگر محنت کرے گا تبھی
پہلے نمبر پر آئے گا۔ جماعت میں کوئی بچہ اسے چشمش کہتا
تو کوئی کتابی کیڑا۔
علی ٹیوشن نہیں جاتا تھا، بل کہ وہ اسکول میں ہی اپنا سبق
اچھی طرح یاد کرتا تھا۔
سبق یاد کرتے ہوئے کبھی کوئی
تنگ کرنے والا بچہ اس کا چشمہ چھپا دیتا اور کبھی
کوئی اس کا لنچ غائب کر دیتا، تاکہ وہ پریشان ہو جائے،
مگر علی نے اپنی محنت جاری رکھی۔ دن گزرتے رہے۔
علی نے امتحانات میں بہت اچھے نمبر حاصل
کیے۔ اسے اسکول میں بہترین طالب علم
ہونے کا انعام بھی ملا، پھر اُستاد صاحب نے
شرارتی بچوں کو بلا کر ڈانٹا بھی کہ دوبارہ اگر کسی نے
علی کا مذاق اُڑایا یا اُسے تنگ کیا تو ایسے بچے کو
اسکول سے نکال دیا جائے گا۔
اب علی اپنی کلاس کا مانیٹر بن گیا تھا۔
اس کے کلاس کے سب ساتھی حیران تھے
کہ علی نے اتنے اچھے نمبر کیسے حاصل کیے، جب کہ
وہ اسے تنگ بھی کرتے تھے اور پڑھنے بھی نہیں دیتے
تھے۔ علی نے انھیں بتایا کہ وہ اپنی محنت اور کوشش
سے کام یاب ہوا
ہے۔ اس طرح سب بچوں کو اِس بات کا پتا چلا۔
جن بچوں نے اسے تنگ کیا تھا، انھیں اپنی غلطی کا
احساس ہوا۔
وہ سب علی کے پاس آئے، اس سے
معافی مانگی۔ انھوں نے علی سے وعدہ بھی کیا
کہ وہ اب علی کا مذاق نہیں اُڑائیں گے۔
علی نے انھیں معاف کر دیا۔ وہ سب بھی
علی کے دوست بن گئے۔ ان سب نے
اسے پہلی پوزیشن آنے پر مبارک باد دِی۔
اس طرح علی کو اُس کی محنت اور کوششوں کا بدلہ مل گیا۔
علی نے آئندہ بھی محنت کی۔ وہ ہر جماعت میں اچھے
نمبروں سے کام یاب ہوتا رہا۔ سب اساتذہ بھی اب اس
سے پیار کرتے اور اُس کی تعریف کرتے۔
پیارے بچو! ہمارے بھی کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں
جو پڑھائی میں بہت محنت اور کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں
چاہیے کہ انھیں تنگ کرنے کی بجائے ان سے
دوستی کریں، ان کی مدد کریں اور ہم خود بھی
ان کی طرح محنت کریں۔
اگر ہم مسلسل محنت کریں گے تو ایک دن ہم ضرور
کام یاب ہوں گے۔

غصے کو قابو میں رکھیں اور اونچی آواز میں بات نہ کریں

پیارے بچو! کیا آپ کو وہ قیمتی نصیحت معلوم ہے جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمائی؟

آیئے، ہم آپ کو بتاتے ہیں، وہ نصیحت ہے: لَا تَغْضَبْ۔ ''یعنی غصہ نہ کرو۔ (صحیح البخاری، الأدب، باب الحذر من الغضب، الرقم: ٦١١٦)

دوستو! جب ہم غصہ کرتے ہیں نا تو اِس بُری حرکت کی وجہ سے:

١ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس قیمتی نصیحت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

٢ غصے میں کبھی ہمارے منہ سے بُرے جملے بھی نکل جاتے ہیں، جس سے لوگ ہمیں بداخلاق سمجھتے ہیں۔

٣ غصے میں کبھی ہماری آواز بھی اونچی ہوجاتی ہے، جو بے ادبی اور بداَخلاقی کی نشانی ہے۔

٤ غصے میں کبھی ہم اپنی چیزیں پھینکنے لگتے ہیں اور شیطان ہمارا نقصان کروادیتا ہے۔

٥ غصے میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوجاتی ہے۔

ان سارے نقصانات سے بچنے کے لیے ہم پکا ارادہ کریں کہ:

١ آئندہ غصہ نہیں کریں گے۔ ٢ اگر غصہ آیا تو فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا شروع کردیں گے۔

٣ روزانہ صبح اُٹھ کر یہ نیت کریں کہ میں آج کسی پر غصہ نہیں کروں گا، کسی سے چیخ چلا کر بات نہیں کروں گا۔

٤ ہر نماز کے بعد دُعا مانگیں کہ اے اللہ! مجھے غصہ کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

٥ کبھی ایسی بُری حرکت ہوجائے تو فوراً توبہ کرلیں اور اُس انسان سے بھی ہمت کرکے معافی مانگ لیں۔

آؤ
رنگ بھریں

کتاب دوست بنٹو

صفحات کی کمی کی وجہ سے "پڑھاکو نمبر" میں شامل ہونے سے رہ جانے والی تحریر

مہوش اشرف۔کراچی

ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک جنگل میں بہت سے جانور باہمی اتفاق و محبت کے ساتھ رہتے تھے۔ آپس میں ہمدردی اور خلوص سے رہنے والے یہ جانور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے۔ بندر میاں کی شادی کا موقع ہو یا بھالو میاں کے ننھے شہزادے کا اسکول کا پہلا دن، سب مل کر خوشیاں مناتے تھے۔ ایک مرتبہ تو اِنسان کی جلتی ہوئی سگریٹ جنگل میں ایک بڑی آگ کی وجہ بن جاتی اگر بنٹو خرگوش اپنے علم و ذہانت کام نہ لیتا، اور اُس آگ کی وجہ سے بہت نقصان اٹھانا پڑ سکتا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ ایک دن کچھ لوگ بہت شور کرتی گاڑیوں کے ساتھ جنگل میں داخل ہوئے۔ انھیں دیکھ کر تمام جانور سہم کر اِدھر اُدھر دبک گئے۔ ان لوگوں کے پاس شور کرتے بڑے بڑے اوزار تھے، جن میں پچھلی جانب ایک موٹر اور اَگلی جانب لمبے لمبے آرے لگے ہوئے تھے۔ بنٹو نے سب جانوروں کو بتایا تھا کہ وہ لوگ ان

اوزار کی مدد سے جنگل کے خوب صورت اور تنا وَر درخت کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیوں کہ ایسے اوزار دَرخت کاٹنے کے کام آتے ہیں۔ یہ سب اُس نے زیبرے میاں کے ہاں سے حالیہ چھپنے والی کتاب میں دیکھا اور پڑھا تھا۔ یہ سن کر سبھی جانور پریشان ہو گئے۔ زیبرا میاں چوں کہ اپنی بیٹی گھر گئے ہوئے تھے اور جنگل کے بادشاہ کی طبیعت ناساز ہونے کی بنا پر اُنھیں بروقت اطلاع دینا ممکن نہ تھا، کیوں کہ میاں لومڑ نے، جو کہ شاہی طبیب بھی تھے، بادشاہ سلامت کو ہر قسم کی پریشانی سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا اور کسی کو اُن سے ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ اب ایسے میں سب جانور پریشان تھے اور بنٹو ہی امید کی کرن اور اِس مشکل صورت حال سے نکالنے کا سہارا تھا۔

تمام جانور، بنٹو سے یک زبان ہو کر بولے: ''اب کیا ہوگا؟ کیا ہم سب کے گھر تباہ و برباد ہو جائیں گے؟ ہم کہاں جائیں گے؟''

بنٹو خرگوش نے کہا: ''کیا تم سب جانتے ہو کہ اس کا نقصان اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اس دنیا کی خوب صورتی تباہ ہونے کے ساتھ یہ زمین عدم توازن کا شکار ہو جائے گی۔ زمینی کٹاؤ بڑھ جائے گا، جس کی وجہ سے سیلاب آئیں گے۔ درخت نہ ہونے کی بنا پر ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھ جائے گی، جو فضا کو آلودہ کرے گی۔ سانس کے مسائل سامنے آئیں گے۔ فیکٹریوں سے نکلنے والا فضلہ ویسے ہی پانی کو آلودہ کر رہا ہے۔ خود یہ انسان بھی بہت پریشان ہوگا، جو ابھی چند پیسوں کے لیے ان درختوں کو کاٹنے پر آمادہ ہے۔''

ہاتھی برادری نے بنٹو کی جانب بڑے غور سے دیکھا، جو اَب تک اپنے بچوں کی تعلیم کے بارے میں غیر سنجیدہ رویہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا:

''بھلا تم اتنے یقین سے یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ اوزار دَرخت کاٹنے کے لیے ہی ہیں اور درخت کاٹنے سے یہ اتنے بڑے بڑے نقصانات ہو سکتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ اتنے عقل مند

انسان بھی پریشان ہو سکتے ہیں؟''

''بھیا ہاتھی! یہ سب مجھے کتب بینی، یعنی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوا ہے۔ آپ ہی تو مجھے ہر وقت کتابی کیڑا کہتے ہیں۔ بھول گئے کیا! سچ پوچھیں تو کتابی کیڑا ہونا اپنے آپ میں ایک اعزاز ہے۔ رُکیے، میں ابھی وہ کتاب لاتا ہوں جس پر اس آلے کی تصویروں کے ساتھ تفصیلات بھی درج ہیں۔''

اوزار کی تصویریں دیکھ کر ہاتھی نے کہا: ''کاش! میں تفصیلات بھی پڑھ سکتا۔''

اتنے میں انسانوں نے موٹریں چلا شروع کر دیں، جن سے خوف ناک شور شروع ہو گیا اور سب جانور تِتّر بِتّر ہونا شروع ہو گئے۔

بنٹو خرگوش نے سب کو پکارا: ''نہیں، یہ تو وقت ہے متحد ہو کر آواز بلند کرنے اور سیکھے کو عمل میں لانے کا۔''

سب جانور لوٹ آئے۔

''ہم تمھارے ساتھ ہیں بنٹو! ہمیں کیا کرنا ہوگا؟'' سب نے بیک زبان کہا۔

''ہم سب میں ہاتھی برادری سب سے بڑی اور طاقت ور ہے۔ وہی سب سے آگے رہے گی، حملے کا یہی اصول ہے، پھر گھوڑے، زیبرے، بندر اور باقی ہم سب ساتھ ساتھ شور مچاتے آگے بڑھیں گے، جس کی وجہ سے انسان بھاگ جائے گا۔ ان شاء اللہ! بس خیال رہے، ان کے پاس اسلحہ ہو سکتا ہے، اس لیے دُور دُور رہنا۔ ہمارا مقصد ڈَرانا ہے، مارنا نہیں۔''

سب جانوروں نے ایسا ہی کیا۔ شور سُن کر سارے انسان سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ جاتے جاتے ایک انسان سے جلتی ہوئی سگریٹ گر گئی۔ سوکھے پتوں نے ہوا کی مدد سے آگ پکڑ لی۔ ایک شور مچا۔ فوراً بنٹو نے ہاتھی بھیا کی برادری کو سونڈ میں پانی بھر بھر کے چھڑکاؤ کرنے کا کہا۔ جس کے پاس جو برتن تھا لے آیا اور سب کی مدد سے آگ بجھا دی گئی۔

پیارے بچو! اس روز خاص کر ہاتھی میاں کی برادری نے بہت عقل مندی سے جانی نقصان ہونے سے بچایا تھا اور قریبی ندی سے اپنی سونڈ میں پانی بھر بھر کے جلتی آگ پر قابو پایا تھا۔ عقل مند بنٹو نے اِس واقعے کے بعد اپنی ذہانت سے کتب بینی کو پورے جنگل میں رائج کروا دیا تھا۔

بقیہ: پھر کیا ہوا؟

''میں نے آپا بی سے بہت سی اچھی باتیں سیکھی ہیں، پھر اُن باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری اور اُنھی بہترین باتوں سے اپنے بچوں کی تربیت کی۔ یہ اچھی سچی باتیں کہتی ہیں کہ آپا بی ہمیشہ اپنی باتوں کی وجہ سے زندہ رہیں گی، اچھے لوگ بھلا کب مرتے ہیں، وہ تو زندہ رہتے ہیں۔ یہ تھی میری آپا بی کی کہانی، اب جاؤ اور سو جاؤ، صبح اسکول جانا ہے۔''

دادی جان نے اتنا کہا تو حمنہ، حمزہ اور حارث اٹھ کھڑے ہوئے، پھر وہ دادی جان کی دعاؤں کے حصار میں اپنے کمروں میں چلے گئے۔

''امی جان! کہانی سنانے کی روایت کو زندہ کر کے آپ نے بہت اچھا قدم اٹھایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین!''

حمنہ کے ابو جان کی بات سن کر دادی جان اور امی جان نے بیک زبان کہا:

''آمین! ثم آمین۔''

پھر کیا ہوا؟

(یہ جاننے کے لیے پڑھیے، دادی جان کی زبانی، ایک کہانی، اگلے ماہ)

تعلیمی کھیل ۳

مرتبہ: ام رزینہ۔ کراچی

انتساب: محترم ومکرم طاہر جاوید صاحب۔ کراچی

اس ماہ دو بچوں، علی اور احمد کی نئے سال کے بارے گفتگو میں اس طرح دی گئی ہے کہ علی کی گفتگو کے تمام مکالمے تو ترتیب سے لکھے ہوئے ہیں، مگر احمد کے مکالمے الگ سے اور بے ترتیب دیے گئے ہیں اور کچھ اضافی مکالمے بھی لکھ دیے گئے ہیں، تا کہ آپ احمد کی گفتگو میں سے اضافی مکالموں کو ہٹا کر صحیح مکالمے ترتیب کے ساتھ دوبارہ لکھ سکیں اور انعام پائیں۔

کیا خیال ہے! ارے بھئی، دیر نہ کیجیے، بس ہو جایئے شروع! کہیں تین قارئین کی طرف سے آپ سے بھی پہلے درست جوابات موصول ہو گئے تو آپ کی جگہ وہ انعام نہ لے اُڑیں۔

(علی کے مکالمے)

علی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! — احمد:............

علی: ہاں، میں نے کچھ چیزیں سوچی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں ہر صبح جلدی اُٹھنا چاہتا ہوں۔ — احمد:............

علی: دراصل میں چاہتا ہوں کہ پڑھائی اور ورزش، دونوں کے لیے مناسب وقت نکال سکوں۔ — احمد:............

علی: میں اپنا ''سکرین ٹائم'' کم کرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ اس کی وجہ سے کافی وقت ضائع ہوتا ہے۔ — احمد:............

علی: میں نے تو اپنے بارے میں بتا دیا، اب تم بتاؤ کہ تمھارے بھی کچھ ارادے ہیں یا نہیں؟ — احمد:............

علی: بہت ہی اچھا ارادہ ہے۔ آگے کیا ہے تمھاری فہرست میں؟ یہ بھی تو پتا چلے۔ — احمد:............

علی: چہل قدمی اور نظارے، واہ! کیا بات ہے! تیسرا اہم کام کیا کرو گے؟ — احمد:............

علی: ماشاء اللہ! تمھارے ارادے تو کافی نیک ہیں، اللہ تمھیں کام یاب کرے۔

(احمد کی گفتگو کے بے ترتیب اور کچھ اضافی مکالمے)

☆ ان شاء اللہ تعالیٰ! میں صبح سویرے باغ میں چہل قدمی کی پابندی کروں گا، تا کہ اپنی صحت کو بہتر بنا سکوں اور قدرتی نظاروں سے لطف اندوز بھی ہو سکوں۔

☆ یہ تو بہت اچھی بات ہے، ویسے اس مرض میں تو ہم سب ہی مبتلا ہیں۔

☆ اسلام آباد پاکستان کا موجودہ دارالحکومت ہے، اگرچہ پہلا کراچی تھا۔

☆ انس اور عمران بہت اچھے دوست ہیں، ہر جگہ ایک ساتھ ہی پائے جاتے ہیں۔

☆ اس کی کیا خاص وجہ ہے؟

☆ میں نے کل رات ایک شادی کی تقریب میں شرکت کی تھی اور دیر سے سویا تھا۔

☆ آمین! ثم آمین!

☆ کیوں نہیں، چلو تم میرے ارادے بھی سنو۔ سب سے پہلے تو میں میٹھا اور تلی ہوئی چیزیں کم کروں گا، اس سال میرے وزن میں کافی اضافہ ہوا ہے اور صحت بھی خراب رہی ہے، اس لیے مٹھاس اور تلی ہوئی چیزوں کے استعمال میں کمی کرنا میرے اہم مقاصد میں شامل ہے۔

☆ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! نئے سال کے حوالے سے تم نے کوئی منصوبہ بندی کی ہے؟

☆ بالکل ٹھیک! آگے بتاؤ، تمھاری فہرست میں مزید کون سے ارادے شامل ہیں؟

☆ میرا اہم ترین مشن یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ! میں اپنے چھوٹے بہن بھائی اور والدہ کے ساتھ بہترین وقت گزاروں، بطور خاص اپنے والدین اور چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ شمالی علاقہ جات کی سیر کر سکوں۔

شہد

سعد علی چھیپا۔ کراچی

شہد کے ایک چمچ یا اکیس گرام میں چونسٹھ کیلوریز ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ شہد میں پائے جانے والے غذائی اجزا میں کیلشیم، میگنیز، میگنیشیم، نیاسین، فاسفورس، پینٹوتھینک ایسڈ، ریبوفلاوین، زنک، اور پوٹاشیم شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شہد بہت سے مفید اَمائینو ایسڈز اور انزائمز حاصل کرنے کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

شہد میں بہت سے ایسے کیمیکل پائے جاتے ہیں جو اینٹی آکسیڈنٹس کے طور پر کام کرتے ہیں اور جسم کو فری ریڈیکلز کی وجہ سے پہنچنے والے نقصان سے بچاتے ہیں۔

جالینوس کہتے ہیں کہ خاص طور پر بیماریوں کے لیے شہد سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

شہد کے غذائی اجزا میں اینٹی بیکٹیریل اور اِینٹی فنگل خصوصیات پائی جاتی ہیں، لیکن شہد کی مختلف اقسام میں یہ خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔

شہد کے دیگر فوائد:

☆ شہد کے استعمال سے سانس کی نالی، ہاضمے کے نظام، دل کی صحت، اور اَعصابی نظام میں بھی بہتری آتی ہے۔

☆ شہد کے استعمال سے زخم تیزی سے مندمل ہونا شروع ہو جاتے ہیں، کیوں کہ یہ اینٹی بیکٹیریل اور اِینٹی فنگل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

☆ شہد، ذیابیطس کی وجہ سے لاحق ہونے والے پاؤں کے السر کے علاج کے لیے بھی مفید ہے۔

☆ نہار منہ شہد کو پینا یا چاٹنا، بلغم کو چھانٹتا ہے اور معدے کو صاف کر کے اِعتدال کے ساتھ گرمی پہنچاتا ہے۔

☆ شہد سے جلنے کے زخم زیادہ تیزی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور اُن میں سوجن بھی کم ہو جاتی ہے۔

☆ شہد کا استعمال بلڈ شوگر کی کمی کو دُور کرتا ہے۔

☆ کھانسی کی روک تھام کے ساتھ ساتھ شہد ایک ایسے جراثیم کش محلول کا کام بھی سرانجام دیتا ہے جو گلے کی تکلیف میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

تمام قارئین کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ کسی بھی چیز کے فوائد پڑھ کر اسے زیادہ نہ کھائیں، بل کہ اس کا استعمال اعتدال سے کریں اور اگر آپ کو کوئی خاص بیماری ہے تو اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی بھی غذا استعمال کریں۔

پھر کیا ہوا؟ ۲

آپا بی

نذیر انبالوی، لاہور

دادی جان نے بچوں کے کمرے میں جھانکا، حمزہ اور حارث اسکول کا کام کرنے میں مصروف تھے، جب کہ حمنہ اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ بٹن دباتی تو گاڑی شور مچاتے ہوئے آگے پیچھے ہوتی۔ حارث نے اسے گھورا تو وہ اپنے کھلونے لے کر کمرے سے باہر آگئی۔

"اے میرے رب! میرے بچوں کو اچھا انسان بنا، انھیں قدم قدم پر کامیابیوں سے سرفراز فرما۔" دادی جان نے دعا کی۔

حارث کے ابو، سجاد صاحب جب ملازمت سے گھر واپس آئے تو سلام کرنے کے لیے اپنی اماں کے کمرے میں آئے۔

"اماں! آپ کا شکریہ کہ آپ نے گھر میں بچوں کو کہانی سنانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ مجھے یاد ہے، جب ہم سکھر میں رہتے تھے تو آپ اکثر ہمیں کہانیاں سنایا کرتی تھیں، وہ کہانیاں اب تک مجھے یاد ہیں، خاص طور پر سرائے کا مسافر، اندھا فقیر اور چالاک لومڑی، واہ! کیا مزے دار کہانیاں تھیں۔"

"مجھے سب کچھ یاد ہے۔ بچوں کے ساتھ تم بھی آجاؤ، تم بھی کہانی سن لینا۔" دادی جان کی بات سن کر سجاد صاحب نے تعجب سے پوچھا:

"میں، کہانی سننے کے لیے آؤں!؟"

"ہاں، ہاں، آجاؤ۔ آج ایک سچی کہانی بچوں کو سناؤں گی، آپا بی کی کہانی۔" دادی جان بولیں۔

"آپا بی، یعنی خالہ اماں کی کہانی، میں یہ کہانی سننے ضرور آؤں گا۔ خالہ اماں کی کہانی اگرچہ آپ کی زبانی سن چکا ہوں، لیکن آج دوبارہ وہ کہانی سنوں گا۔" سجاد صاحب یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

......☆......

"پتا چلا ہے کہ آج ابا جان بھی ہمارے ساتھ کہانی سنیں گے۔" حارث کے اس انکشاف پر حمزہ حیران ہوا۔

"کیا یہ سچ ہے!؟" حمزہ کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

"بالکل سچ ہے، دادی جان نے مجھے بتایا ہے۔"

"کیا ابا جان بھی کہیں گے، پھر کیا ہوا اماں جان!؟" حمزہ مسکرا کر بولا۔

"ہوسکتا ہے، ایسا ہی ہو۔" حارث نے جواب دیا۔

بچے وقت مقررہ پر دادی جان کے کمرے میں موجود تھے۔

"دادی! دادی! کہانی شروع کیجیے۔" حمزہ، دادی جان کے پہلو میں بیٹھا بولا۔

"ابھی ایک اور بچہ آجائے تو کہانی کا آغاز کرتے ہیں۔"

دادی جان نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور وہ بچے ہیں، ابا جان۔'' حمنہ بول اٹھی۔

جب ابا جان آئے تو بچے ان کے لیے احتراماً کھڑے ہو گئے۔

''بیٹھو، بھئی بیٹھو، میں کرسی پر بیٹھ کر کہانی سنوں گا۔'' جب وہ کرسی پر بیٹھ گئے تو دادی جان نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہانی شروع کی:

''آج میں ایک سچی کہانی سناؤں گی، یہ کہانی ہے آپا بی، یعنی میری بڑی بہن عائشہ کی، جنھیں ہم آپا بی کے نام سے پکارتے تھے، وہ ہماری بڑی بہن بھی تھیں اور گویا ماں بھی۔

میں اس وقت سات سال کی تھی، آپا کی عمر بارہ سال تھی، جب کہ ہمارا اِکلوتا بھائی رضا حسین چار سال کا تھا، ہنسی خوشی زندگی گزر رہی تھی۔ ابا جی ایک سرکاری اسکول میں استاد تھے۔ آمدنی معقول تھی۔ دادا جان کے مطب سے بھی کچھ آمدن ہو جاتی تھی۔ چچا جان اور ہم اکٹھے ہی رہتے تھے۔ ابا جان شام کو محلے کے غریب اور نادار بچوں کو مفت پڑھاتے تھے۔''

دادی جان کی یہ بات بچوں کو حیرت میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھی۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی زمانہ تھا کہ استاد، طلبہ کو مفت پڑھایا کرتے تھے۔

''جب پرائمری اور مڈل کے وظیفے کے لیے امتحان ہوتا تھا تو طلبہ رات کے وقت دیر تک ہمارے ہاں پڑھتے تھے۔ ابا جان بچوں کو نہ صرف پڑھاتے، بل کہ انھیں خشک میوہ جات اور لحاف بھی فراہم کرتے۔ واہ! کیا زمانہ تھا، اچھے سچے لوگ، مخلص لوگ۔ جب آپا بی نے پرائمری کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا تو ہر کوئی خوش دکھائی دیتا تھا۔ سرکار سے وظیفہ مل جانا، بہت بڑی بات تھی۔ ابا جی کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے، سب ہمارے ہاں مبارک باد دینے آئے تھے۔'' دادی جان کچھ دیر خاموش ہوئیں تو حمنہ بولی:

''پھر کیا ہوا؟''

''پھر تو جیسے ہمارے گھر کو نظر لگ گئی، خوشیاں ہم سے روٹھ گئیں۔''

یہ جملہ ادا کرتے ہوئے دادی جان افسردہ سی ہو گئیں۔

''ہوا کیا تھا امی جان!؟'' کرسی پر بیٹھے حمنہ کے ابو نے سوال کیا۔

''بیٹا جی! میری امی جان! آپ کی نانی اماں کو ایسا بخار ہوا کہ وہ بے دم سی ہو کر بستر پر ڈھیر ہو گئیں۔ ہمارے دادا جان نے دوا دی، کچھ افاقہ ہوا، مگر بخار دوبارہ شدت اختیار کر گیا۔ بس اسی بخار کے باعث امی جان ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئیں۔'' دادی جان کی آنکھیں پُرنم تھیں۔

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟'' حمزہ بولا۔

''امی جان کے رخصت ہونے کے بعد چچی جان نے کچھ دن ہماری دیکھ بھال کی۔ رضا بھائی، امی جان کو یاد کر کے رو تے تھے۔ آپا بی نے ہم دونوں بہن بھائیوں کو اپنی محبت کی بانہوں میں پناہ دی۔ وہ ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتیں۔ آپا بی نے گویا ہماری ماں بن کر ہمارا خیال رکھا۔ کچھ دن تو امی جان کی کمی محسوس ہوئی، پھر آپا بی نے اپنی محبت کی ایسی چادر ہمارے اوپر تانی کہ میں اور رضا بھائی اس دکھ کو بھول گئے۔ آپا بی نے اسکول جانے کی بجائے گھر ہی میں ابا جان سے پڑھ کر اپنا تعلیمی سلسلہ برقرار رکھا۔ پرائمری کی طرح انھوں نے مڈل کے وظیفے کے امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی۔ آپا بی کو اُون سے خوب صورت سوئیٹر بنانے میں مہارت حاصل تھی۔ خاندان بھر میں ان کے بنائے ہوئے سوئیٹر بچے پہنتے تھے۔''

دادی جان کہانی سنا رہی تھیں تو حمنہ کی امی بھی دوسری کرسی پر آ کر بیٹھ گئیں۔ وہ بھی دادی کی زبانی، ایک کہانی سننے کے لیے آئی تھیں۔

''پھر کیا ہوا؟'' حارث نے پوچھا۔

''رضا بھائی بہت شرارتی تھے، آپا بی کو تنگ کرتے تھے۔ وہ اسکول جانے لگ گئے۔ ابا جان اسکول جاتے ہوئے انھیں

ساتھ لے جاتے اور واپسی پر اپنے ساتھ لاتے۔ اسکول میں وہ اس بات پر اِتراتے پھرتے تھے کہ وہ ماسٹر نبی بخش کے بیٹے ہیں۔ ایک دن رضا بھائی نے اپنے ہم جماعت فرحان کی روشنائی کی شیشی زمین پر پٹخ دی تو بات ہیڈ ماسٹر صاحب تک جا پہنچی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رضا بھائی کے ساتھ ابا جان کو بھی اپنے کمرے میں بلایا۔ ان کی زبانی رضا بھائی کا کارنامہ سن کر اَبا جان پریشان ہو گئے۔ وہ اسی پریشانی کو لیے گھر آئے تو آپابی نے بھانپ لیا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ ابا جان نے رضا بھائی کی شرارت کا بتایا تو آپابی، رضا بھائی کو لے کر برآمدے میں آگئیں۔''

دادی جان موسم کی تبدیلی کے باعث کھانسی کا شکار تھیں۔ وہ وقفے وقفے سے کھانس رہی تھیں۔

''پھر کیا ہوا دادو!؟'' حمنہ بولی۔

''آپابی نے رضا بھائی کو سمجھایا۔ انھوں نے آئندہ شرارت نہ کرنے کا وعدہ کیا، مگر یہ وعدہ محض وعدہ ہی رہا، اُس دن بھی ابا جان بہت پریشان تھے جب رضا بھائی نے احمد علی کی تختی اس کے سر پر دے ماری تھی۔ سر سے خون بہہ نکلا تھا۔ تختی کی ضرب کاری تھی۔ کیا آپ تختی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟'' دادی جان نے سوال کیا تو حمنہ کے ابو جان بولے:

''تختی، لکڑی سے بنائی جاتی تھی۔ اب بھی دُور دیہات میں تختیاں بنائی جاتی ہیں۔ اس پر چکنی مٹی کا لیپ کیا جاتا تھا۔ سوکھنے پر اُس پر سرکنڈے کے قلم اور سیاہ روشنائی سے خوش خطی کی جاتی تھی۔ میں بھی پرائمری جماعت تک تختی پر لکھتا رہا ہوں۔''

''ہمارے استاد صاحب نے ہمیں تختی کے بارے میں بتایا ہے۔'' حمزہ بولا۔

''دادی جان! پھر کیا ہوا؟'' حارث کو کہانی مکمل ہونے کی جلدی تھی۔

''اس حرکت پر اَبا جان نے پہلی مرتبہ رضا بھائی کی پٹائی کی۔ پٹائی تو رضا بھائی کی ہوئی تھی، دکھ آپابی کو ہوا تھا۔ اتنے آنسو رضا بھائی نے نہیں بہائے تھے جتنے آنسو آپابی کی آنکھوں سے نکلے تھے۔ میرا دِل بھی بھر آیا تھا، میں بھی رو پڑی تھی۔ ہم دونوں کو روتے دیکھ کر رضا بھائی بھی رو دیے تھے۔

بھیا جی! کیوں کرتے ہیں ایسی حرکتیں!؟ اچھے، شریف خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ لوگ باتیں بناتے ہیں، باز آجایئے اپنی بُری حرکتوں سے۔ آپابی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

اس دن کے بعد تو رضا بھائی، اچھے، بل کہ بہت اچھے بچے بن گئے۔ انھوں نے شرارتوں اور بُری حرکاتوں سے توبہ کر لی۔ مڈل کے بعد وہ مزید پڑھنے کے لیے آفتاب ماموں کے پاس لاہور چلے گئے۔ آپابی نے نہایت خوش اسلوبی سے گھر کا سارا نظام سنبھال لیا تھا۔ وہ بچوں کو گھر میں قرآن مجید بھی پڑھاتی تھیں۔ بچیاں قرآن مجید پڑھنے کے ساتھ ساتھ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھیں۔ پھر وہ دن بھی آگیا جب......'' اتنا کہہ کر دادی جان خاموش ہو گئیں۔

''کون سا دن؟'' حمزہ نے پوچھا۔

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟'' حارث بولا۔

''وہ دن جب آپابی صحن میں جھاڑو لگا رہی تھیں۔ گھر میں وہ اکیلی تھیں۔ اچانک ایک سانپ کہیں سے آنکلا۔ آپابی کا رُخ دوسری طرف تھا۔ سانپ نے ان کے پاؤں پر ڈس لیا۔

آپابی نے شور مچایا تو ہم سائی خالہ خورشید بھاگی آئیں۔ انھوں نے دادا جان کو اِطلاع کرنے کے لیے اپنے لڑکے اشرف کو مطب کی طرف دوڑایا۔ دادا جان کے آتے آتے سانپ کا زہر اثر دکھا گیا۔ آپابی کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ دوسرے دن، ہاں دوسرے دن آپابی ہمیں روتا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئیں۔ ان کے بغیر گھر سونا سونا ہو گیا۔ ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی۔ رضا بھائی جب بھی گھر آتے، آپابی کی باتیں کر کے آب دیدہ ہو جاتے۔'' دادی جان بھی آب دیدہ ہو گئیں۔

بقیہ: صفحہ نمبر 35 پر

قارئین
چٹکلے

☆ مالک (ملازم سے): "تمھیں دفتر میں آئے ہوئے صرف ایک دن ہوا ہے اور تم نے تین کرسیاں توڑ ڈالیں۔"

ملازم: "جناب! آپ کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آپ کو مضبوط آدمی چاہیے۔"

☆ ایک بے وقوف پرچہ دینے اپنے ساتھ ایک پلمبر کو لے کر جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا: "بھائی! پرچے میں پلمبر کا کیا کام؟"

بے وقوف: "مجھے پتا چلا ہے کہ پرچہ "لیک" ہوا ہے۔"

(حفصہ بنت شوکت علی۔ کراچی)

☆ ایک دیہاتی کسی بڑے ہوٹل میں گیا اور چائے کا آرڈر دیا۔ بیرا ایک چھوٹے سے کپ میں ذرا سی چائے لے آیا۔ اس نے ایک ہی گھونٹ میں چائے ختم کر دی۔

"میٹھا ٹھیک ہے، اب چائے لے آؤ۔" دیہاتی سادگی سے بولا۔

☆ ایک زمین دار نے نیا ملازم رکھا۔ ایک دن اس نے دیکھا، ملازم بھینس کو دودھ پلا رہا ہے۔ زمین دار نے غصے میں آ کر پوچھا:

"یہ کیا کر رہے ہو؟ دودھ دوھنے کی بجائے اسے پلا رہے ہو۔"

اس پر ملازم نے کہا:

"دودھ بہت پتلا تھا جناب! میں نے سوچا، دودھ کو ایک چکر اور دے لوں۔"

☆ مجرم: "حضور! میں بھوکا تھا، بے گھر تھا، بے یار و مددگار تھا، تنہا تھا، اس لیے میں نے چوری کر لی۔"

جج: "تمھاری حالت واقعی قابل رحم ہے، اس لیے میں چھے ماہ کے لیے تمھارے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام جیل میں کر رہا ہوں۔ وہاں تمھیں ساتھی بھی مل جائیں گے۔"

(محمد اسماعیل۔ ٹھٹھہ)

☆ گاہک (دکان دار سے): "تمھیں تو پارلیمنٹ کا ممبر ہونا چاہیے۔"

دکان دار: "وہ کیوں؟"

گاہک: "اس لیے کہ تم بل پیش کرنے میں ماہر ہو۔"

☆ ایک شخص اے۔ ٹی۔ ایم مشین سے اپنی رقم نکال رہا تھا۔ پیچھے مڑا تو دیکھا، ایک پاگل ہنس رہا تھا۔ اس شخص نے پوچھا: "کیوں ہنس رہے ہو؟"

پاگل: "میں نے تمھارا خفیہ جملہ (پاس ورڈ) دیکھ لیا ہے۔"

وہ شخص: "بتاؤ، کیا ہے میرا خفیہ جملہ؟"

پاگل: "چار ستارے (☆☆☆☆)۔"

(خبیب اسلم۔ رحیم یار خان)

☆ مالک (ملازم سے): "اس کرسی پر گرد کیوں جمی ہوئی ہے؟"

ملازم: "جناب! آج صبح سے کوئی اس پر بیٹھا نہیں ہے، اس لیے اس پر گرد جمی ہوئی ہے۔"

☆ میزبان (مہمان سے): "کیا آپ تشریف لے جا رہے ہیں؟"

مہمان: "جی نہیں، میں تو خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔"

(اسد بیگ۔ لاہور)

☆ اخبار والا آواز لگا رہا تھا: "آج کی تازہ خبر: دس آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا۔ دس آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا۔"

ایک شخص نے اخبار خریدا اور جلدی جلدی خبر ڈھونڈنے لگا۔

اخبار والا اب یہ آواز لگانے لگا:

"آج کی تازہ خبر: گیارہ آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا، گیارہ آدمیوں کو ٹھگ لیا گیا۔"

☆ ایک شخص (گوالے سے): "تمھاری بھینس کتنا دودھ دیتی ہے؟"

گوالا: "چھے لیٹر۔"

وہ شخص: "اس میں سے کتنا بیچتے ہو؟"

گوالا: "جی، آٹھ لیٹر۔"

(عامر اعجاز۔ کوہاٹ)

انصاف کی خاطر ۲

محمد حاشر مصطفیٰ۔ راول پنڈی

''جی ہاں، وہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ کل آپ ان کا فیصلہ سنانے جا رہے ہیں، لہٰذا میں یہ بریف کیس لے کر آیا ہوں، کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں مخالفین آپ کو کوئی پیش کش نہ کر دیں۔''

''فکر نہ کریں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ اپنا بریف کیس واپس لے جائیں۔ میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا اور اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کرتا۔''

خالد کمال بوکھلا کر بولے:

''جی...... جی! کیا مطلب!؟''

جج صاحب اس بار سخت لہجے میں بولے:

''میں جو فیصلہ لکھ چکا ہوں وہی سناؤں گا۔''

خالد کمال نے بریف کیس پر ہاتھ پھیر کر کہا: ''آپ کو پتا ہے اس میں کتنی رقم ہے؟ پورے پچاس لاکھ۔''

جج صاحب مضبوط لہجے میں بولے:

''اگر پچاس کروڑ بھی ہوں تب بھی میں اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کر کر سکتا!''

خالد کمال چلا اٹھا:

''جج صاحب!''

''آپ آواز بلند نہ کریں اور مجھے اس بات پر بھی مجبور نہ کریں کہ میں پولیس کو بُلا کر آپ کو گرفتار کرواؤں۔ اب آپ کے پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں، لہٰذا آپ جا سکتے ہیں۔''

خالد کمال کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور اپنا بریف کیس اٹھا کر بیٹھک سے باہر نکل گیا۔ اس نے گاڑی اِسٹارٹ کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی۔ آخر اس نے کچھ سوچ کر اپنی جیب سے موبائل نکالا اور جج صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔ سلسلہ ملتے ہی وہ بولا: ''جج صاحب! اب آپ بچ نہیں سکتے۔ سن لیا؟''

''تم......''

مگر فوراً ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

نئے لکھاری

اب اس نے پوری رفتار سے گاڑی دوڑا دی۔ اس کا رُخ کالی سرائے کی طرف تھا۔

کالی سرائے شہر کی ایک بدنام سرائے تھی۔ اس کا مالک ایک بوڑھا تھا۔ مشہور تھا کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کو وہاں پناہ دیتا ہے، مگر ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے پولیس اس پر اَبھی تک ہاتھ نہ ڈال سکی تھی۔

خالد کمال کی گاڑی اُڑی جا رہی تھی۔ کالی سرائے کے قریب پہنچ کر اُس نے کار ایک درخت کے نیچے روک دی، جیب سے فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سلسلہ مل گیا۔

''ہیلو، میں بول رہا ہوں خالد کمال، تمھارا بچپن کا دوست۔''

''اوہ! تم ہو خالد! سناؤ یار! آج کیسے یاد کر لیا؟''

’’بس یار! اچھا، دروازہ کھولو، میں کالی سرائے کے پاس گاڑی میں موجود ہوں۔‘‘

’’اچھا! تمھیں کک...... کس نے بتادیا؟‘‘

’’ارے یار! تم تو گھبرا جاتے ہو۔ تمھاری بچپن کی عادت ہے۔ بلو شاہ نے بتایا تھا۔ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ سمجھ رہے ہونا!‘‘

’’ہاں ہاں، سب سمجھ گیا۔ بس ابھی کھلواتا ہوں۔ اور ہاں، وہ پچھلی گلی میں دروازہ ہے نا! ادھر سے آؤ۔‘‘

’’ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔‘‘ یہ کہہ کر اُس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اب اس نے گاڑی کھڑی کی اور پچھلی گلی کی طرف جانے لگا۔ جیسے ہی وہ کالی سرائے کی پچھلی طرف پہنچا تو دروازہ کھلا اور ایک آواز سنائی دی:

’’آجاؤ اندر، شرفو نے بتایا تھا کہ تم آؤ گے۔‘‘ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا تو بوڑھا مسکرا کر بولا:

’’آجاؤ میرے ساتھ۔‘‘ اس کے ساتھ ایک طویل راہ داری عبور کر کے وہ ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں تہ خانے کا دروازہ کھول رہا ہوں، تم اندر چلے جانا۔‘‘

’’اچھا۔‘‘ خالد نے مختصر جواب دیا۔

..... (جاری ہے) .....

بوجھ

بنت معراج۔ کراچی

الماس بیگم نے جیسے ہی اپنا بٹوا کھولا وہ چونک اٹھیں۔ آج پھر بٹوے میں سے پانچ سو روپے کا نوٹ غائب تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر کون ان کے بٹوے سے پیسے نکال رہا ہے۔ یہ تیسری مرتبہ ہوا تھا۔ کوئی چور اگر چوری کرتا تو بٹوے میں سے پوری رقم نکالتا۔ باقی رقم کا موجود ہونا ظاہر کر رہا تھا کہ کوئی اپنی ضرورت کے مطابق پیسے نکال لیتا ہے۔

’’کہیں روحان تو غلط قسم کے دوستوں میں بیٹھنے نہیں لگ گیا؟‘‘ ان کا ذہن بے اختیار اپنے بیٹے پر گیا۔

’’کیا روحان چوری جیسا جرم کر رہا ہے۔‘‘ الماس بیگم نے خود کلامی کی۔

کئی دن گزر گئے، پھر چوری کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس بات کو تقریباً دو ہفتے گزر چکے تھے۔ الماس بیگم، روحان کی طرف سے مطمئن ہو گئیں کہ اگر وہ چوری کر رہا ہوتا تو پھر چوری ہوتی رہتی۔ اس کا مطلب تھا کہ چور کوئی باہر کا ہی تھا، ضرورت پوری ہو جانے پر اُس نے چوری کرنا چھوڑ دی تھی۔

الماس بیگم باورچی خانے میں کھانا تیار کرنے میں مصروف تھیں کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ فون اٹھانے جب وہ اپنے کمرے میں گئیں تو روحان کمرے میں موجود تھا۔ ابھی اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا ہی تھا کہ امی جان کو اُدھر آتا دیکھ کر اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ ٹیلی فون انھیں تھما کر تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ ٹیلی فون ان کی سہیلی نجمہ کا تھا۔ کمرے سے باہر آ کر الماس بیگم نے روحان کو اِدھر اُدھر دیکھا، لیکن وہ گھر میں نہیں تھا۔ ان کے دماغ میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ روحان انھیں دیکھ کر اِس طرح خوف زدہ کیوں ہو گیا تھا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ واپس کمرے میں آئیں اور ایک نظر کمرے پر ڈالی۔ یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو ریحان کے لیے خوف اور دہشت کی وجہ بن سکے۔ اچانک ان کی نظر اپنے بٹوے پر پڑی۔ الماس بیگم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ الماری میں رکھا ہوا بٹوا باہر کیسے آ گیا۔ بٹوے کو کھول کر دیکھا تو اُس میں سے تین سو روپے غائب تھے۔ ان کا شک اب یقین میں بدل گیا کہ واقعی روحان ہی چوری کر رہا ہے۔

......☆......

’’روحان بیٹا! ذرا یہاں آؤ۔‘‘ الماس بیگم نے روحان کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا۔

’’جج...... جج...... جی؟‘‘ روحان گھبراتا ہوا اُن کے پاس آیا۔

’’یہ چوری کرنے کی عادت کس سے تم نے سیکھ لی؟ تمھیں اگر پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھ سے کہہ دیتے، چوری کیوں کی؟‘‘ الماس بیگم نے روحان سے پیار سے پوچھا۔

''وہ امی جان! بات یہ ہے کہ......'' روحان بولتے بولتے چپ ہوگیا۔

''ہاں بولو، چپ کیوں ہوگئے؟'' الماس بیگم نے کہا۔

''وہ امی جان! بات یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں جو انیسہ خالہ رہتی ہیں نا......!''

''ہاں، ہاں، کیا ہوا اُنھیں؟''

''ان کے بیٹے کمال کی طبیعت خراب تھی۔ وہ محلے میں سب کے پاس گئیں، مگر کسی نے بھی انھیں پیسے نہیں دیے۔ میں جب کھیل کر آرہا تھا تو اُنھیں پریشان دیکھ کر پوچھا۔ انھوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو میں آپ کے بٹوے میں سے پیسے نکال کر اُنھیں دے آیا۔''

''اس سے پہلے بھی تین بار تم نے پیسے نکالے تھے؟''

''جی امی! ایک مرتبہ ریحان (دوست) کی فیس دینے کے لیے نکالے تھے۔ دوسری مرتبہ ابراہیم مزدور کو دیے تھے، کیوں کہ اسے مزدوری نہیں ملی تھی۔ تیسری مرتبہ آصف کو نصاب کی کتابیں دلانے کی غرض سے آپ کے بٹوے میں سے پیسے نکالے تھے۔'' روحان نے تفصیل سے بتایا۔

''یہ تو تم نے بہت اچھا کام کیا کہ ان کی مدد کی، مگر بیٹے اس طرح بتائے بغیر پیسے نکالنا چوری ہوتی ہے۔ اگر کبھی کسی کی مدد کرنی ہو تو مانگ کر بھی کی جاسکتی ہے، اس طرح چوری بھی نہیں ہوگی اور تمھیں ثواب بھی مل جائے گا۔''

''امی! مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا کہ آپ میری اس حرکت پر ناراض ہوں گی اور بہت ڈانٹیں گی۔'' روحان نے کہا۔

''بیٹا! اس میں ڈانٹنے کی کیا بات ہے۔ پڑوسی کی مدد کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ روحان بیٹے! جب کوئی پڑوسی تم سے مدد مانگے تو فوراً اُس کی مدد کرنی چاہیے۔'' الماس بیگم نے کہا۔

''امی! آپ نے جو باتیں بتائی ہیں وہ بہت اچھی ہیں۔ میں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔'' روحان نے کہا۔

الماس بیگم کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ان کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

میرا پرس

صائمہ وحید۔ کراچی

''امی! مجھے کوب صورت پرس چاہیے، جس کی لمبی سنہری چین ہو۔'' عنایہ اسکول سے آتے ہی بشری بیگم سے فرمائش کررہی تھی۔

''ایں...... کوب صورت نہیں، خوب صورت بولتے ہیں۔''

''ایسا پرس کہاں دیکھا آپ نے؟'' بشری بیگم نے اپنی بیٹی سے پوچھا۔

''رمشہ اسکول میں لائی تھی۔ آدھی چھٹی کے وقفے میں دکھایا تھا۔'' عنایہ نے بتایا۔

''اچھا چلیں، پہلے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھائیں۔'' بشری بیگم نے کہا۔

سارا دِن کی مصروفیت کے بعد بشری بیگم، اپنے شوہر زعیم، اپنی بیٹی عنایہ اور بیٹے عون کے ساتھ کمرے میں بیٹھی تھیں۔

''کھبر دار! اب میری چیز نہیں کھانا۔'' عنایہ نے عون سے کہا۔

''کھبر دار......'' عون بے ساختہ ہنسا۔

''جی، اپنی ساری چیز کھا کر ختم کردی ہیں، اب میری بھی کھانی ہیں؟'' عنایہ نے اپنے بھائی کو غصے سے گھورا۔

عون اس کے اردو بگاڑنے پر پھر ہنسا۔

''اگر اَب تم نے اتنی خراب اردو بولی تو میں تمھاری ساری چیز کھا جاؤں گا۔'' عون نے یہ کہتے ہی اس کی پلیٹ سے مونگ پھلیاں اٹھا کر کھالیں۔

''بابا! دیکھیں عون کو۔'' عنایہ نے شکایت کی۔

''عنایہ انگریزی طرزِ تعلیم والے اسکول میں پانچویں جماعت میں زیرِ تعلیم تھی۔ وہاں ہر مضمون انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا تھا، لہٰذا اُس کی اردو بہت کمزور تھی۔

عون کو زعیم صاحب نے ایسے اسکول میں داخل کروایا تھا جہاں حفظِ قرآن کے ساتھ متوازن تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

بقیہ: صفحہ نمبر 46 پر

البدر ہائیر سیکنڈری اسکول کے لکھاری

ساتویں جماعت سے دوستی کا ایک سفر

نام: رامین عبدالستار۔ جماعت: نہم، ب۔ برانچ: گلشن سیکنڈری

ساتویں جماعت کے سال میں نے ایک لڑکی سے ملاقات کی، جو میری زندگی میں ایک قابل ذکر وُجود بن گئی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ ہماری دوستی کی طاقت، میرے تعلیمی سفر، میرے والدین کے ساتھ اچھے تعلقات (ادب واِحترام) کا مضبوط ہوجانا، میرے اعتماد کا اعلیٰ سطح تک پہنچ جانا، اسلام پر میرا مضبوط ایمان اور حقیقی دوستی کی طاقت مجھ پر گہرا اَثر ڈالے گی۔

وہ ایک خاموش طبع اور بے حد مطالعہ کرنے والی طالبہ تھی، ہے اور اِن شاء اللہ رہے گی۔

اس وقت میں ایک حد سے زیادہ پُر اِعتماد طالبہ تھی۔ اکثر ضروری کوشش کیے بغیر اپنی فطری صلاحیتوں پر بھروسا کیا کرتی تھی۔

جیسے جیسے ہماری دوستی بڑھتی گئی، اس کا تعلیمی نظم وضبط مجھ پر اثر انداز ہونے لگا۔ اس نے مجھے وقت پر دِیے گئے کام کو مکمل کرنے کی ترغیب دی۔ اس کی راہ نمائی سے میں نے تعلیم کی صحیح قدر اور محنت کی اہمیت کو سیکھا۔ اس کا اثر صرف تعلیم تک نہیں رُکا۔ اس کے دل میں اس کے والدین کے لیے بے انتہا اِحترام تھا، جو اُس کے اعمال اور الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسا سبق تھا، جس سے مجھے اپنے والدین سے محبت، ان کی قربانیوں کی اہمیت اور اُن کے ساتھ احترام اور قدر دانی کے ساتھ پیش آنے کی اہمیت کا احساس ہوا۔

اس نے میری زندگی میں جو سب سے نمایاں تبدیلی کی وہ میرے حد سے تجاوز کیے ہوئے اعتماد کو اِعتدال پر لانا تھا۔ اس نے نرمی سے میری خامیوں کی نشان دہی کی اور مجھے اپنی حدود کو تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ میں نے یہ محسوس کیا کہ اپنی کمزوریوں کو قبول کرنا ہی ذاتی ترقی اور خود کو بہتر بنانے کی طرف پہلا قدم ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک متقی مسلمان تھی، جو اخلاص اور عقیدت کے ساتھ اپنے عقیدے پر عمل کرتی تھی۔ اس کی روحانیت، تحریک کا ذریعہ تھی۔ وہ اکثر اِسلامی تاریخی کہانیاں اور اِسلامی تعلیمات کی خوب صورتی بیان کرتی۔ اس کے زیرِ اثر میں نے خود کو اپنے مذہب اسلام کے قریب پایا، لیکن شاید اُس نے مجھے جو سب سے اہم تحفہ دیا، وہ خود پر اعتماد میں اضافہ تھا۔ اس کی حوصلہ افزائی نے مجھے خود پر اِعتماد کرنا سکھایا۔ اس نے مجھ پر اُس وقت بھی یقین کیا، جب میں اپنے آپ پر شک کیا کرتی تھی اور اُس کے یقین نے مجھے نئی ہمت کے ساتھ مسائل کا سامنا کرنے پر آمادہ کیا۔

جیسے جیسے ہماری دوستی مضبوط ہوتی گئی، میں نے محسوس کیا کہ وہ صرف ایک دوست ہی نہیں ہے، بل کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نے مجھے تعلیمی طور پر بدل دیا۔ میرے والدین کے لیے میرے دل میں ایک گہرا احترام پیدا کیا۔ اس نے نہ صرف مجھے بدلا تھا، بل کہ اس نے میری زندگی کو اَن گنت طریقوں سے سنوار دیا تھا۔

اس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ ایک بہترین دوست راہ نما ہوسکتا ہے۔ اس نے مجھے سکھایا کہ ایک اچھا دوست، درحقیقت زندگی کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔

حبِّ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نام: فاطمہ بنت حماد۔ جماعت: دہم، الف۔ برانچ: گلشن سیکنڈری

اس وقت جب پوری دنیا کفر وشرک کی ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی تھی، پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو بھلا چکی تھی، نیکی بدی کی تمیز ختم ہو چکی تھی، ظلم وجہالت کی انتہا ہو چکی تھی۔ ایسے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ وچراغ بن کر آئے، جن کی مثال اس دنیا میں نہ تھی اور نہ ہوگی۔

آمنہ کے لال سے شمس و قمر شرما گئے
روشنی پھیلی ، فضا جھومی ، محمد آگئے
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کائنات کے ہر فرد کو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، باپ ہو یا بیٹا، شوہر ہو یا بیوی، بوڑھا ہو یا جوان، سفر میں ہو یا حضر میں، سپہ سالار ہو یا قیدی، جنات ہوں یا چرند پرند، مسلم ہو یا غیر مسلم، سب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ان کے حقوق ملے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار ہے اور یہ ہمارا اعزاز ہے کہ ہم ان کے امتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء)

(اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی سنتوں سے مسلمان اپنی زندگیوں کو مزین کریں، ان کی سیرت کا مطالعہ کریں، ان کے اخلاق کا نمونہ بنیں، ان کے طریقوں پر عمل کر کے اپنی زندگی گزاریں۔

ان کی سیرت حسین ، ان کی صورت حسین
کوئی ان سا نہ تھا ، کوئی ان سا نہیں
ان کا ہر قول ، ہر فعل ہے دل نشین
خوش وضع ، خوش ادا ، خوش نوا ، خوش کلام
ان پہ لاکھوں درود ، ان پہ لاکھوں سلام

صرف زبان سے یہ کہہ دینا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل و جان سے محبت کرتے ہیں، کافی نہیں ہے، بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان احکام کو بجا لائیں جن کا آپ علیہ السلام نے حکم دیا ہے اور اُن چیزوں سے رُک جائیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجیں، تاکہ آپ علیہ السلام کی محبت حاصل ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

آخری بات:

ہم سب مسلمان اپنا خاتمہ ایمان پر چاہتے ہیں اور حیات جاودانی میں اپنا حشر، نیک لوگوں کے ساتھ چاہتے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی علیہ السلام سے دل وجان سے محبت کریں اور اُن کی باتوں پر عمل کریں۔

حدیث نبوی ہے: ''انسان کا حشر اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

اگر ہم اپنا حشر پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چاہتے ہیں تو دِل وجان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں۔

بقیہ: نئے لکھاری

''عون بُری بات، بہن کو تنگ نہیں کرو، بل کہ اس کی اردو دُرست کروایا کرو۔'' بشریٰ بیگم نے بیٹے سے کہا۔

''جی امی!''

بشریٰ بیگم نے بھی روز عنایہ کو اُردو پڑھانی شروع کر دی۔

''اسکول میں بھی اپنی سہیلیوں کی غلط اردو صحیح کیا کرو۔ یہ کوب صورت، کھتم۔ گلط، یہ اردو زبان کے الفاظ نہیں ہیں۔''

''جی اچھا، امی!'' عنایہ نے کہا۔

اب عنایہ کی اردو بہتر ہو رہی تھی۔ آج عنایہ کا نتیجہ آیا تھا۔ وہ کام یاب ہوگئی تھی۔

بشریٰ نے بیٹی کے لیے لا کر رکھا ہوا پرس نکالا اور اُسے دیا۔

''اتنا خوب صورت پرس!'' عنایہ نے خوشی سے کہا۔

اس کی درست اردو پر سب مسکرا دیے۔

انعامی خط شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کے تین انعام یافتہ قارئین

اول: میری اس کوشش کو ترازو میں نہ تولیں

انعام نہ دیں کوئی بات نہ بولیں

ڈھیروں ڈھیروں دعائیں اور سلام لیے ہم حاضر ہیں۔ سلام کے بعد اور تبصرے سے پہلے ''خاص نمبر'' تیار کرنے والی پوری جماعت کو بہت بہت مبارک باد اور شکریہ بھی، جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر پُرخلوص محنت سے ایک دل کش اور خوب صورت شمارہ تیار کیا۔ ''خاص نمبر'' کی ''علیک سلیک'' میں تبصرے کا اعلان پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ چلیے، اب تبصرہ شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ''خاص نمبر'' کیسا لگا؟ ''خاص نمبر'' چاند کی چاندنی، سورج کی چمک دمک اور پھول کی خوش بُو کی طرح لگا، جو اپنے پورے شباب اور آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہو۔ ماشاء اللہ! کیا ہی خوب اور شان دار رنگا رنگ تحریریں تھیں، جو سر اُٹھا کر پڑھنے کا اصرار کر رہی تھیں۔ جتنی بھی تعریف کی جائے، اتنی ہی کم ہے۔ دوسرے نمبر پر آپ کو بتاتے ہیں کہ اس میں کیا پسند آیا؟ آپ حضرات کی دن رات کی محنت اور دینی، سچی اور مخلصانہ لگن، جس کے ذریعے آپ نے ہمارے لیے ایک چلتا پھرتا راہ نما تیار کیا، جو ذہنی، فکری طور پر بہت ہی اچھا اور منفرد رسالہ ہے۔ اللہ عزوجل آپ کی اس محنت کو رائیگاں نہ فرمائے۔ آمین!

اب آتے ہیں تیسری بات کی طرف کہ سرورق اور رسالے کی تزئین کیسی رہی؟ سرورق اور رسالے کی تزئین خوب تر تھی۔ جگ مگاتے عنوانات، رنگین چمکتے صفحات اور رنگین تحریریں بھی اپنی تمام تر رنگینوں کے ساتھ دل کو خوب بھائیں۔ باقی رہی یہ بات کہ سب سے اچھی تحریر کون سی لگی؟ ویسے تو ہر لکھاری نے اپنی تحریر میں بہت محنت کی ہے، مگر ان تمام تحریروں میں ''سیرت کہانی'' والا سلسلہ بہت نمایاں لگا، جس نے اپنی زندگی حضور ﷺ کی سیرت پر ڈھالنا سکھایا۔ یہ بات ہیرے سے بھی قیمتی متاع ہے۔ ''خاص نمبر'' میں جو چیز منفرد لگی اور خوب صورت بھی، وہ ہے اس رسالے کی چھپائی، نظم و نثر والا انوکھا انداز، معلومات عامہ، اخلاقی اور سبق آموز کہانیاں، انعامی سلسلے، رونے والوں کو ہنسا دینے والے لطیفے۔ ''سر پڑھاکو'' کہانی نے کام یابی کا گُر بتایا۔ اگلی کہانی ''انوکھا دھماکا'' اپنے نام کی طرح انوکھی تھی۔ ''پڑھوں میں کیا'' نظم، کمال تھی۔ ''فضول حربے'' نے وقت کے معمولات بنانے کی ترغیب دی۔ ''فاتح کون'' نیکی نگر اور بدی پورہ کے خواب کی آخری قسط پڑھ کر ہم نے بھی نعرہ ''نیکی زندہ باد'' لگایا۔ ''قائد اعظم زندہ باد'' ایک روشن نظم تھی۔ ''نقطہ بینک'' نے ایک اہم نکتہ بیان کیا۔ ''خاص نمبر'' کی آخری کہانی ''پڑھاکو بھائی'' تھی، جس نے محنت کا اور صبر کا سبق پڑھایا۔ ''خاص نمبر'' میں اشتہارات کا تناسب کم تھا۔ انعامی سلسلے دل چسپ تھے۔ جو مستقل انعامی سلسلے چل رہے ہیں، نام تو اُن کا انعامی ہے، مگر کرونا کے بعد جب سے شمارہ دوبارہ چھپنا شروع ہوا ہے، انعامی سلسلوں کے جوابات تو شائع ہو جاتے ہیں، مگر اِنعام یافتگان کا نام شائع نہیں ہوتا۔ پتا نہیں، اب قارئین حل کر کے نہیں بھیجتے یا پھر آپ ان کے نام شائع نہیں کرتے اور نہ ہی ''خط جو آپ کا ملا'' والا سلسلہ شائع ہوتا ہے۔ اگر ''خاص نمبر'' کے کچھ صفحات بڑھا دیے جاتے تو وہ تحریریں بھی شائع ہو جاتیں جنھوں نے آپ کو پڑھاکو بنا دیا ہے اور شائع ہونے سے رہ گئی ہیں اور ساتھ ہی ''خاص نمبر'' کو چار چاند مزید لگ جاتے۔ اب آپ کی آنکھیں تھک گئی ہوں گی، سو آپ کو اجازت دیتے ہیں، کیا یاد کریں گے، کس سخی سے پالا پڑا ہے۔ ''خاص نمبر'' چوں کہ ''پڑھاکو نمبر'' تھا، اس لیے پڑھاکو بننے کے لیے دل کھول کر تبصرہ کرنا پڑا۔

(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

دوم: پہلے تو ''پڑھاکو نمبر'' کی شان دار اِشاعت پر مبارک باد قبول فرمائیں، پھر اس خط کو ذرا ردی کی ٹوکری سے بچا کر سالِ نو کے شمارے کی زینت بنائیں، تاکہ ہم کہہ سکیں:

خوش رہیں ، شاد رہیں

لاہور رہیں یا اسلام آباد رہیں

ازراہ تفنن! دراصل جب ''پڑھاکو نمبر'' کی اشاعت کا سُنا تو ہمارے ''ذوق و شوق'' میں بھی اضافہ ہونا لگا کہ آخر کیسا ہوگا ''پڑھاکو نمبر''؟ کیسی ہوں گی پڑھائی پر ترغیب دیتی کہانیاں۔ کیا اُن کہانیوں سے کتاب دوستی اُجاگر ہو پائے گی؟ اور ایسے بے شمار سوالات ہمارے دماغ میں سر اُٹھا رہے تھے، کیوں کہ پڑھائی سے ہمیشہ ہماری جان جاتی ہے۔ ایسے میں ''پڑھاکو نمبر'' کی آمد کسی دھماکے سے کم کہاں تھی۔ سرما کی نرم گرم دھوپ میں ہم نے جب ''ذوق و شوق'' کے رسالے کی ورق گردانی شروع کی تو کتب بینی کے مقاصد پر روشنی ڈالتا ''اداریہ'' نظر آیا، جس میں ''کراچی کتب میلے'' کا ذکر بھی تھا اور وہاں ہم نہ جانے کے سبب افسردہ بھی تھے۔ اداریے سے آگے ''سیرت کہانی'' کی نئی قسط جلوہ افروز تھی۔ دورِ طیبہ میں جنگ و جدل کے اسباب، محرکات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہادری پر مفصل بیان، بلاشبہ ایک شان دار سلسلہ ہے۔ سادگی سے دلائل بتاتی ڈاکٹر صفیہ کی ''بلا عنوان'' ہمیں لاجواب کر گئی۔ واقعتاً یہ سوچنے کی بات ہے کہ آج بڑی بڑی سندیں لے کر بھی ہم اپنے اصل مقصد حیات سے غافل ہیں۔ ''خط سے خط تک'' مکتوب نگاری کی تاریخ سے روشناس بیان کرتا عمدہ مضمون تھا۔ بنت مسعود کے قلم سے لکھی تحریر ''سر پڑھاکو''، پڑھائی سے جی چراتے بچوں کے لیے کارآمد ہے۔ یوں تو ہم اب بچے نہیں، مگر یقین کریں، زمانہ طالب علمی میں ایسے ہی بچے تھے۔ صفحہ نمبر ۱۶ پر استاد ظرافت علی ''انوکھا دھماکا'' کرتے پائے گئے۔ کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے کے مصداق کھیل کھیل میں جماعت کو سبق سکھا دیا۔ ایک اور تحریر، جو ہمیں ہو بہو اپنے لیے لکھی محسوس ہوئی، وہ روبینہ صاحبہ کے قلم سے نکلے

’’فضول حربے‘‘ تھے۔ ایک ہنستی کھلاتی تحریر جو نسل نَو کو آئینہ دکھانے کے لیے کافی ہے۔ قلیل وقت میں سب کچھ سیکھ لینے کا ہمارا خبط ہمیں کچھ بھی سکھا نہیں پاتا۔

’’ابھی باقی ہے‘‘ سے ساجدہ بتول، اغیار دشمن کی چالیں چاق کرتی نظر آئیں۔ صفحہ ۲۷ پر ہماری پسندیدہ لکھاری تنزیلہ یوسف نے ’’پانسو اور گوشو‘‘ کا قصہ گوش گزار کیا۔ بلاشبہ کتب بینی کے فوائد ہیں۔ محنتی بچوں کی ہو بہو عکاسی کرتی ’’کتابی کیڑا‘‘ بھی خوب رہی۔ نذیر انبالوی کی ’’نیکی زندہ باد‘‘ میری پسندیدہ کہانیوں میں سے ایک ہے۔ ہمیں امید نہیں، یقین ہے کہ ’’آگے کیا ہوا؟‘‘ سلسلہ شان دار رہے گا۔ اِس شمارے کی سب سے دل چسپ تحریر ’’نقطۂ بینک‘‘ تھی۔ راحت عائشہ ہمارے پسندیدہ ادیبوں میں سے ایک ہیں۔ ’’پڑھاکو بھائی‘‘ ایک دردمند تحریر تھی، جس میں نہایت سادگی سے احساس اور احسان کا نکتہ اُجاگر کیا گیا۔ نظمیں سبھی دل چسپ تھیں، مگر ہمیں سب سے زیادہ ’’بیٹی پڑھیا‘‘ اور ’’کہلاؤ پڑھاکو‘‘ پسند آئیں۔ بھئی، اب بھلے ہی ہم پڑھاکو نہیں، مگر زمانہ طالب علمی میں اپنی سہیلیوں کو دِل کھول کھول کر پڑھاکو کہتے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ رسالے میں آب و تاب سا چمکتا، ایک شان دار علمی واَدبی شخصیت، محترم احمد حاطب صدیقی صاحب کا انٹرویو، ہم جیسے قاریوں کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ استادِ محترم کے دل چسپ جوابات، خاص کر ’’کھلتا کسی پر کیوں شرارت کا معاملہ‘‘ نے جہاں خاصا محظوظ کیا، وہاں اک بھی ایوارڈ نہ ملنے والی بات نے ہمیں چونکا دیا۔ ادب اور اَدیب پر گفتگو میں استادِ محترم نے بجا فرمایا کہ آج جنھیں پڑھنا چاہیے وہ لکھ رہے ہیں۔ انٹرویو کے بعد ’’شکر پارے‘‘ ہمارے منہ میں شکر بھر گئے۔ باقی کوپن اور اِنعامات کی بھرمار دیکھ کر ہمارا جی للچانے لگا کہ کیوں نہ قسمت آزمائی جائے؟ سو ہم اسی امید سے یہ خط بھیج رہے ہیں۔ باقی اللہ مالک ہے، مگر جانے سے پہلے ہم پھر سے ’’پڑھاکو نمبر‘‘ پر مبارک باد دینا چاہیں گے۔ ’’ذوق و شوق‘‘ یوں ہی کام یابی کی منازل طے کرتا رہے اور خدا کرے، سالِ نو میں ہم بھی یہاں اپنا خط لیے جلوہ افروز ہوتے رہیں۔ آمین! ثم آمین!

(نوریہ مدثر۔ سیالکوٹ)

سوم : بچوں کی ذہنی آب یاری کے لیے ہر ماہ کئی رسالے شائع ہوتے ہیں، مگر ماہ نامہ ’’ذوق و شوق‘‘ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی ہر ایک کہانی سبق آموز اور معنی خیز ہے۔ اس پورے رسالے کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ رسالے کے سرورق کو اِتنا عمدہ بنایا گیا ہے کہ ہر بچہ خود بخود اس کی طرف مائل ہو کر علم کے دریا میں کود پڑے۔ جیسے کہ ہر لکھاری نے اپنا قیمتی وقت نکال کر بچوں کی ذہنی آب یاری کے لیے سبق آموز کہانیاں لکھی ہیں تو اس ضمن میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم ہر لکھاری کی کہانی پر الگ الگ تبصرہ کریں۔ قرآن کی آیت ’’پیغامِ الٰہی‘‘ میں قرآن کی آیت کے پیغام کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، جو کہ آج کے دور کی ضرورت ہے، کیوں کہ آج کے معاشرے میں وعدہ خلافی کا رجحان چل رہا ہے۔ حدیث مبارک میں حدیث کے مفہوم کو عمدگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تاکہ لوگ آخرت کی طرف متوجہ ہوں اور قرآن سے دل لگا کر دِل کو پُرسکون بنائیں۔ عبدالعزیز صاحب نے ’’سیرت کہانی‘‘ بہت ہی سلیقہ کن انداز میں لکھی ہے، جسے پڑھ کر بچے کم عمری میں اسلامی تاریخ سے واقعات حاصل کر سکیں گے۔ ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی کے لیے بہت سی داد! بچوں کے لیے کیا ہی اعلیٰ کہانی قلم بند کی ہے۔ اثر جون پوری صاحب نے بچوں کے لیے بہت ہی خوب صورت نظم لکھی ہے، جسے پڑھ کر بچوں میں تعلیم حاصل کرنا کا شوق پیدا ہوگا۔ محمد زبیر زائر نے بہت عمدگی کے ساتھ خط کی تاریخ اور اُس کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ بنت مسعود احمد صاحبہ نے بہت سادہ اور سہل الفاظ میں بچوں کے لیے معنی خیز کہانی قلم بند کی ہے۔ یاسر صاحب نے ماشاءاللہ! بچوں کے لیے بہت بہترین نظم لکھی ہے۔ روبینہ عبدالقدیر صاحبہ کی ’’فضول حربے‘‘ اچھی تحریر ہے۔ تنزیلہ احمد صاحبہ نے جانوروں کے ذریعے بچوں کو کتاب دوستی کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ام رزینہ صاحبہ نے بچوں کے لیے بہت اچھی نظم لکھی ہے۔ حمیرا علیم صاحبہ نے بچوں کو کتابوں کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کرتے ہوئے یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر آپ لوگ کتابوں سے محبت کریں گے تو ہر جگہ جیت صرف آپ کی ہوگی۔ ایوب اختر صاحب نے اپنی نظم ’’قائد اعظم زندہ باد‘‘ میں بچوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اگر ملک کا نام روشن کرنا ہے تو فقط کام، کام اور کام کرنا ہے۔ راحت عائشہ صاحبہ کی خوب صورت کہانی ’’نقطہ بینک‘‘ کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے نمبرات اہمیت کے حامل نہیں ہوتے، بل کہ قابلیت اہم ہوتی ہے۔ منور صاحب نے بچوں کے لیے سادہ زبان میں کتاب دوستی پر مشتمل کہانی لکھی ہے۔ اخت عبدالرحمٰن کی قیمتی باتوں کا ایک ایک نکتہ گراں قدر ہے۔ سفیان شمس صاحب نے بڑی عمدگی سے یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبرین کو ناپسند کرتے ہیں۔ مفتی محمد معاویہ اسماعیل صاحب نے بہت ہی سلیقہ مند انداز سے بچوں کے لیے پڑھاکو کہانی قلم بند کی ہے کہ جو بچے محنتی ہوتے ہیں وہ اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بناتے، وہ بس اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین کرتے ہیں اور یہی کامل یقین ان کی کام یابی کا موجب ٹھہرتا ہے۔ ہر لکھاری نے ماہ نامہ ’’ذوق و شوق‘‘ ’’پڑھاکو نمبر‘‘ میں عمدہ کہانی قلم بند کی ہے، مگر اِس پورے رسالے میں ہمیں جو کہانی زیادہ بہترین لگی، وہ کہانی ہے لیاقت علی صاحب کی۔ ’’انوکھا دھماکا‘‘۔ اگر ہر اِدارے میں ایسے اساتذۂ کرام موجود ہوں، جو کھیل کھیل میں بچوں کو مشاہدے کی طرف متوجہ کریں تو عین ممکن ہے ہمارے ملک کا نام آسمان پر روشن ستارے کی مانند چمکنے لگے اور ہر بچہ یہ کہنے لگے:

دور دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

(کنزہ محمد رفیق۔ میرپورخاص)

خط جو آپ کا ملا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☞ عرض یہ ہے کہ ماہ نامہ "ذوق وشوق" کا "پڑھاکو نمبر" بہت ہی اچھا تھا۔ مزے مزے کی کہانیاں اور کھیل تھے۔ آپ میری ایک بات مانیں۔ براہ مہربانی بات یہ ہے کہ جو انعامی کھیل آپ نے سال کے اس آخری رسالے میں لگایا ہے، نہیں، بل کہ لگائے ہیں، یہ اگلے سال سارے رسالوں میں لگائیں۔ بس میں آپ سے یہی چاہتا ہوں۔ (حبان محمد خان۔ کراچی)

☆ ٹھیک ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر!

☞ دسمبر کا شمارہ پڑھا۔ سرورق مناسب لگا۔ "علیک سلیک" میں مدیر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اُنھوں نے عمدہ انداز میں کتب میلے میں شرکت کی ترغیب دی۔ "خط سے خط تک" میں اچھی معلومات تھیں۔ "انٹرویو" شمارے کی جان تھا۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ اس کے علاوہ نظمیں بھی کافی مقدار میں تھیں، جس سے خوشی ہوئی۔ ماشاءاللہ! مدیر صاحب اور اُن کی جماعت نے بڑی محنت سے شمارہ تیار کیا، جس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (عمران شمس۔ کراچی)

☆ خیر مبارک!

☞ "پڑھاکو بھائی" اس کہانی کا مرکزی کردار، شہریار واقعی ایک عظیم پڑھاکو لڑکا تھا۔ بالآخر اُسے محنت کا صلہ مل ہی گیا، جس کے پانے میں شہریار کا صبر اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی علم دوستی کا بھی ہاتھ تھا۔ نظموں میں محترم شاعرِ اسلام اثر جون پوری صاحب کی نظم "کہلاؤ پڑھاکو" بہت پسند آئی، نیز "پڑھوں میں کیا!" نظم پڑھ کر تو ایسا لگا کہ شاعر نے میرا ہی حال بیان کیا ہے۔ شاعر کی طرح میرے لیے بھی پڑھاکو بننا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ امید تو یہی ہے کہ "پڑھاکو نمبر" پڑھ کر ہمارا دماغ عالیہ اول کے سالانہ امتحان کی تیاری کے لیے تیار ہو چکا ہے، اس لیے ہم خط کا اختتام کرتے ہیں۔ (رملہ فرحان۔ حیدر آباد)

☆ اللہ تعالیٰ تمام طلبہ و طالبات کو دنیا و آخرت کے امتحان میں کام یابی نصیب فرمائے۔ آمین!

☞ السلام علیکم! مدیر بھیا! ماہ نامہ "ذوق وشوق" کا "پڑھاکو نمبر" بہت مزے دار تھا۔ کہانیوں میں "سر پڑھاکو" اور "پڑھاکو بھیا" بہت شان دار تھیں۔ "شکر پارے" سارے ہی بہت اچھے تھے۔ "نئے لکھاری" میں "خوش خبری" اور "توبہ" بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ تقریباً پورا رسالہ ہی بہترین تھا۔ "ذوق وشوق" میرا سب سے پسندیدہ رسالہ ہے۔ (محمد عبداللہ خرم۔ چکوال)

☆ پسندیدگی کا شکریہ!

☞ دور سے رسالے کا سرورق دیکھا تو بے اختیار دل للچایا، لپک کر رسالہ اٹھایا تو ایک پڑھاکو سا بچہ نظر آیا۔ پس منظر دیکھ کر ہنسی آ گئی کہ بجلیاں کڑک رہی ہیں، بادل برسنے کو بے تاب ہیں، پھر بھی یہ بچہ آسمان تلے بیٹھا کتاب میں غرق ہے۔ خیر، ہوگا کوئی پڑھاکو! صفحہ پلٹا تو ملت پلاسٹک کا اشتہار نظر آیا۔ "پیغام الٰہی" پڑھ کر اپنی ڈائری میں یاددہانی کے لیے "انه كان صادق الوعد" لکھا۔ "پیغام نبوی" کے آخر میں فلسطین کا ذکر پڑھ کر دل ایک دم غم گین ہو گیا۔ بے اختیار دل سے دعا نکلی۔ جھلکیوں کو نظر انداز کر کے علیک سلیک پڑھی، جس میں پڑھاکو مدیر نے ۵ دفعہ لفظ پڑھاکو استعمال کر کے اپنے پڑھاکو ہونے کا ثبوت دیا۔ "سیرت کہانی" اچھا سلسلہ ہے، جاری رکھیں۔ "بلاعنوان" میں ڈاکٹر صفیہ نے میرے دل کی بات چھین لی۔ کاش! ہمارے نوجوان دونوں علموں کے فرق کو سمجھیں۔ "انعامی خط" کا پڑھ کر اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس میں دیے گئے واٹس ایپ نمبر سے ہوئی۔ ہاہاہا! اثر جون پوری کی نظم اچھی تھی، مگر پہلے چار اشعار عجیب سے لگے۔ ہلاکو، کاکو، ناکو، تاکو! "خط سے خط تک" ایک لاجواب تحریر تھی۔ محمد زبیر! شاباش! آخری خط میں نے اپنی ڈائری میں محفوظ کر لیا ہے۔ "پڑھاکو سر" پڑھ کر دل سے دعا نکلی کہ ہمارے ادارے اور معلمین حضرات، رٹو توتا بنانے کے بجائے یہ اسلوب اختیار کریں۔ "ذوق معلومات" کو یک سر نظر انداز کیا۔ "انوکھا دھماکا" بہترین تھی۔ حکمت سے پڑھانے والے استاد ظرافت علی میرے دل میں جگہ کر گئے۔ "سوال آدھا جواب آدھا" میں پہلے اور آخری کا جواب معلوم تھا۔ باقی سر کے اوپر، دائیں بائیں سے گزر گئے۔ "پڑھوں میں کیا؟" یاسر فاروق نے گھریلو صورتِ حال کی خوب منظر کشی کی ہے۔ "فضول حربے" اچھی تھی۔ "شکر پارے" پہلے تین اچھے تھے۔ "ابھی باقی ہے" پڑھ کر دل اندر تک دکھ گیا۔ کاش! کوئی تو جاگ جائے اس تحریر سے! "پانسو اور گوشو" بچوں کے لیے اچھی تحریر تھی۔ ان شاءاللہ! کچھ اُن پڑھاکو بچے، پڑھاکو بن ہی جائیں گے۔

"انٹرویو" میں سے سب بہترین جواب اس سوال کا تھا، "انگریزی زدہ اردو کے استعمال کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے۔" واقعی جو لوگ اسے بُرا سمجھتے ہیں، وہ خود خالص اردو میں بات کیا کریں۔ "بیٹی پڑھیا" زبردست تھی۔ نظموں میں دوسرے نمبر پر ہے۔ "کتابی کیڑا" میں نخلہ کی والدہ کا کردار اچھا تھا۔ "فاتح کون" اچھا ناول تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نیکیوں کا پلڑا

قیامت میں بھاری فرمائے۔ آمین! ''قائداعظم زندہ باد'' مناسب تھی۔ ''نقطہ بینک'' پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ ماشاء اللہ! بہترین کام کیا محترمہ نے! ظاہر ہے، سندھی میں محترمہ کے پورے نمبر ہی آئے ہوں گے۔ ''نئے لکھاریوں'' میں اخت عبدالرحمن کی قیمتی باتیں، پہلے نمبر پر تھیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم بھی مدرسے سے فارغ ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ہم واقعی میں پڑھاکو تھے۔ پڑھتے ہوئے سوتے نہیں تھے۔ ''خوش خبری'' میں انداز ایسا تھا گویا بیان ہو رہا ہو، جب کہ ''توبہ'' میں انداز اچھا تھا، نیز موضوع بھی بہترین تھا۔ ''پرانے پڑھاکو'' آخر میں ہے، لیکن نظموں میں پہلے نمبر پر تھی۔ ماشاء اللہ! زبردست! ''پڑھاکو بھائی'' کا بھی یہی حال ہے کہ آخر میں ہے، لیکن کہانیوں میں پہلے نمبر پر ہے۔ الغرض، رسالہ اچھا، بہت اچھا، بل کہ بہت زیادہ اچھا تھا۔ آخر میں ایک گزارش ان بچوں سے، جو یہ رسالہ پڑھ کر پڑھاکو بن گئے ہوں کہ وہ ضرور اپنے پڑھاکو بننے کا حال لکھیں۔

(امیمہ ناصر۔ کراچی)

☆ ابتدا آپ خود کریں تو کیسا رہے۔

کاش میرے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہوتا جسے میں وادیِ قرطاس پر قربان کر دیتا۔ کاش کچھ وعدوں کے پاس دار ہوں جو ''پیغامِ الٰہی'' کو سُن کر سرِ تسلیم خم کرنے والے ہوں۔ کچھ ختمِ نبوت کے پروانے ہوں، جو ''پیغامِ نبوی'' پر لبیک کہیں اور اُن کے دل قرآن پاک کی سچائیوں سے معمور ہوں۔ کچھ عشاقِ بارگاہِ نبوت، جو سیرت کہانی پڑھنے کے بعد اُسوۂ محمدی کی قربان گاہ پر اپنی خواہشات اور اَغیار کے طور طریقوں کو بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہوں۔ کچھ قوم کے حقیقی معمار، جو ''بلاعنوان ۱۹۶'' پڑھ کر قوم کی سوچ کا دھارا بدل کر انھیں ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے پُرعزم ہوں۔ کچھ پرانی روایات کے امین جو ''خط سے خط تک'' دل کی گہرائیوں سے مطالعہ کر کے ان روایات کو اُجاگر کرنے والے ہوں۔ کچھ متلاشیانِ علم، جو ''سرپڑھاکو'' جیسی کہانی کے لکھاری کو اپنا محسن ماننے والے ہوں۔ کچھ عالی ظرف جو ''انوکھا دھماکا'' پڑھنے کے بعد اپنے ظرف میں مزید وسعت پیدا کرنے والے ہوں۔ کچھ سچے طلب گارانِ علم، جنھیں علم کی جستجو بے چین رکھتی ہو، وہ ''فضول حربے'' آزمانے کے بجائے عمدہ حربے آزمائیں، جو اُن کے لیے کارگر ثابت ہوں۔ کچھ اپنے محسنین کے قدردان، جن کی آنکھیں کھولنے کے لیے ''ابھی باقی ہے'' کافی ہو جاتی۔ کچھ شائقین علوم، جو ''کتابی کیڑا'' جیسے القابات کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہوں۔ کچھ راہِ سلوک کے شہ سوار جو بُرائی کو اُس کے تمام مددگاروں سمیت شکست دے کر فاتح بننے کے لیے بے تاب ہوں۔ کچھ نکتہ دان جو ''نقطۂ بینک'' کے نکتے پر غور و فکر کرنے والے ہوں۔ کچھ نئے پڑھاکو جو ''پُرانے پڑھاکو'' کی یادگار ہوں۔ کچھ محنت کش، جن کے لیے ''پڑھاکو بھائی'' راہ نما ثابت ہوں۔ اے کاش! کچھ آنکھیں جو سرمۂ بصیرت سے ہم کنار ہوں۔ ان شاء اللہ! ایسوں کے لیے ''پڑھاکو نمبر'' کی کسی بھی کہانی کی سطور کم نہیں ہوں گی۔

(محمد ربیعہ بلال۔ رحیم یار خان)

☆ کاش!

بلاعنوان (۱۹۶) شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کے بہترین عنوان ارسال کرنے والے تین قارئین

اول ''احساس'' — محمد یوسف بن محمد شاہد۔ کراچی

دوم ''ایک حرف کا احساس'' — حبان محمد خان۔ کراچی

سوم ''ایک حرف سے راہ نمائی'' — خنساء محمد جاوید۔ کراچی

اچھے عنوانات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد سعود بن شاہد، جویریہ بنت محمد ہارون، خدیجہ اشرف، آمنہ رضوان صدیقی۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** سیدہ عروج فاطمہ۔

ذوق معلومات ۹۴ شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: حبان محمد خان۔ ☆ جویریہ بنت محمد ہارون۔ ☆ عائشہ اشرف۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد یوسف بن محمد امجد۔ **رحیم یار خان:** محمد ربیعہ بلال۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** سیدہ عروج فاطمہ۔ **راول پنڈی:** حاشر محمد مصطفیٰ۔

پرانے پڑھاکو شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کا ایک انعام یافتہ قاری

حیدرآباد: ☆ محمد یوسف بن محمد امجد۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: حبان محمد خان، جویریہ بنت محمد ہارون، عبدالصمد معاویہ، بنت محمد کامران عالم۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان۔ **رحیم یار خان:** محمد ربیعہ بلال۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔

تعلیمی کھیل (۱) شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ صفیہ بنت اسد۔ **رحیم یار خان:** محمد ربیعہ بلال۔ **راول پنڈی:** حاشر محمد مصطفیٰ۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: خنساء محمد جاوید، محمد سعد شاہد، بنت محمد کامران عالم، محمد معاویہ باڑی، داود عمر، عبدالصمد معاویہ، جویریہ بنت محمد ہارون، محمد طلحہ بن محمد امجد، فاطمہ بنت محمد شاہد، اسماء اشرف صدیقی، حبان محمد خان، محمد یوسف بن محمد امجد۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان، رفیدہ فاطمہ۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **میاں والی:** محمد عدنان بن محمد عمران۔

سوال آدھا جواب آدھا (۵۱) شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ محمد یوسف بن محمد امجد۔ ☆ محمد انس عالم۔ ☆ مژدہ وسیم۔

سموسوں کا راز

مفتی محمد معاویہ اسماعیل۔ مخدوم پور

''مبارک ہو یار! تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ بہت زیادہ نمبر لیے ہیں۔ ہمارے تو اِسکول کی تاریخ میں کبھی کسی کے ایک ہزار نمبر سے زیادہ نہیں آئے، چہ جائے کہ بورڈ میں پوزیشن۔ تم نے بورڈ میں پوزیشن لے کر تمام ریکارڈ ہی توڑ دیے، بل کہ ریکارڈ توڑے نہیں، آنے والی نسل کے لیے ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ خوب! بہت خوب یار!''

''ارے بھئی، بس بھی کرو، ساری مبارک بادیں تم ہی دے کر اگر ختم کر دو گے تو ہم کیا دیں گے! میری طرف سے بھی بہت بہت مبارک ہو۔''

''ارے نہیں، بل کہ تھوڑی سی مبارک باد میری طرف سے بھی قبول کرلو۔ دراصل آج کل میری مبارک بہت زیادہ مصروف ہے، بہتوں کو دینی ہوتی ہے نا! کسی کو کام یاب ہونے کی، کسی کو شادی کی، کسی کو کسی اور خوشی کی تو آج کے لیے بس اتنی سی بچی ہوئی تھی، وہ تمھیں ہی دے دی۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔''

باقی سب دوست بھی باری باری مبارک باد دے رہے تھے تو ہاشم، جو میرا قریبی اور بہت ہی ہنس مکھ دوست بھی تھا، وہ کہاں پیچھے رہتا۔ اس نے اپنی مذاق کی حس کو اِستعمال کرتے ہوئے بہت ہی مزاحیہ انداز میں مجھے مبارک دی، جس پر میرے سب دوست ہنس پڑے۔ ہر بار ہاشم کوئی نہ کوئی چٹکلا چھوڑ دیتا تھا، آج بھی اس نے یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

......☆......

دراصل آج صبح ہی دسویں کا نتیجہ آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اَساتذہ کی دعاؤں سے بورڈ میں میری پہلی پوزیشن آئی تھی اور اَب صبح سے شام ہوگئی تھی، مختلف دوست اور اَساتذہ کرام مبارک باد

کے لیے تشریف لا رہے تھے اور میں خوشی خوشی سب سے مبارک باد وصول کر رہا تھا۔ مجھ سے زیادہ میرے بابا خوش تھے کہ آج ان کی دلی مراد پوری ہوگئی تھی۔ ہمارے اسکول کے پرنسپل صاحب بھی بہت خوش تھے۔ خوشی میں انھوں نے اپنی جیب سے اسی وقت مجھے دس ہزار روپے انعام بھی دیا تھا، جو میرے لیے ایک سرمائے سے کم نہ تھا۔ اسی طرح کرتے کرتے شام ہوگئی، سب دوست احباب چلے گئے، بس میرے کچھ قریبی دوست ہی باقی رہ گئے۔

''یار خزیمہ! آج تو کہیں باہر دعوت ہو جائے، اکھٹے چلتے ہیں، کچھ کھا پی کر آتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟'' میرے ایک دوست نے کہا۔ اگرچہ میرا ارادہ نہیں تھا، کیوں کہ آج کا بقیہ وقت میں اپنے والدین کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا، مگر میرے بابا نے میرے دوستوں کی محبت بھری درخواست کو دیکھ کر مجھے دو ہزار روپے دیتے ہوئے کہا:

''کوئی بات نہیں بیٹا! یہ رکھ لو اور اپنے دوستوں کو کچھ کھلا پلا آؤ!''

بابا کے کہنے کے بعد منع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، میں انکار نہ کر سکا اور جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

''لیکن جانا کہاں ہے؟'' علی نے پوچھا۔

''میرے ذہن میں ایک جگہ ہے اگر آپ سب قبول کرو تو۔''

''ہاں ہاں، کیوں نہیں! بولو احمر! اگر مناسب لگا تو وہیں چلیں گے۔''

''اقبال پارک کے ساتھ ایک نئی دکان کھلی ہے، وہاں کے سموسے بہت مشہور ہیں۔ اسے کھلے ابھی تھوڑا ہی وقت ہوا ہے، مگر اِتنی مشہور ہے کہ بڑے بڑے لوگ سفر کر کے وہاں سموسے کھانے آتے ہیں۔ اگر آپ سب راضی ہو تو وہاں چلتے ہیں؟'' احمر نے بات مکمل کر کے سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ہاں یار! سنا تو میں نے بھی ہے اس کے بارے میں اور سچ تو یہ ہے کہ میں خود کئی دن سے وہاں جانے کا سوچ بھی رہا ہوں کہ اتنی شہرت ہے آخر اُس کی، چکھیں تو سہی کہ کیا خصوصیت ہے وہاں کی۔''

علی نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔ جب اس جگہ کی رائیں زیادہ ہوئیں تو ہم سب دوست تین موٹر سائیکلوں پر روانہ ہو گئے۔ دس پندرہ منٹ بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی بہت زیادہ رش تھا۔ ہم بھی ایک طرف لگی میز کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ایک سلجھا ہوا نوجوان ہمارے قریب آیا، بڑی محبت سے سلام کیا اور ہمارا آرڈر لے کر چلا گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ بھاپ اڑاتی سموسوں کی پلیٹیں لے کر آ گیا۔ ان کی خوش بو سے ہی ہمارے منہ میں پانی آ گیا۔ چند ہی منٹوں میں پلیٹیں خالی ہوگئیں تو ہم نے سب کے لیے دو دو سموسوں والی مزید ایک ایک پلیٹ کا آرڈر کر دیا۔ وہ بھی چند ہی لمحوں میں چٹ کر گئے، پھر تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اس دن زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے اتنے سارے سموسے اکھٹے کھائے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک نے تقریباً آٹھ آٹھ سموسے کھا لیے اور پھر زبردستی بس کر کے کھڑے ہو گئے، ورنہ اور کھانے کا دِل چاہ رہا تھا۔ الحمدللہ کہتے ہوئے ہم نے سموسوں کا بل ادا کیا اور چل پڑے۔ چلتے چلتے مجھے ایک خیال آیا تو میں رُک گیا۔

''ارے خزیمہ! بھئی آپ کیوں رُک گئے؟ کیا گھر کے لیے لینے کا ارادہ ہے یا مزید اور کھانے کا؟''

''نہیں، نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، بل کہ میرے مَن میں ایک سوال مچل رہا ہے۔ اگر آپ سب میرا ساتھ دو تو شاید اُس سوال کا جواب ہمیں سہولت سے مل جائے۔''

''ہائیں سوال! کیا مطلب؟ کس قسم کا سوال؟ یہ سموسے کھانے کے بعد سوال کا کیا تک ہے۔ کیا ریاضی کا پرچہ کر کے بھی تم سوالوں سے اُکتائے نہیں ہو، مگر تم کیا اُکتاؤ گے، ریاضی تو تمھارا پسندیدہ مضمون ہے۔'' ہاشم نے مصنوعی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

''نہیں یار ہاشم! ایسی کوئی بات نہیں، میں واقعی سنجیدہ ہوں اور تم بھی برائے مہربانی! تھوڑی دیر کے لیے سنجیدہ ہو جاؤ، ہر وقت جو تمھیں یہ مذاق کی سوجھتی ہے، یہ درست نہیں۔''

''اوہ معذرت یار! مجھے پتا نہیں چلا کہ تم اس وقت سنجیدہ ہو۔''
ہاشم نے جلدی سے مصنوعی سنجیدگی کا اظہار کرتے ہوئے منہ بنا کر کہا تو اَحمر نے اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھا۔
''بتاؤ یار خزیمہ! تم بتاؤ، یہ تو ایسے ہی بات کا بتنگڑ بنا تا ہے۔''
''بات دراصل یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم مل کر دُکان والے سے پوچھیں کہ آخر اُس کے پاس ایسا کون سا گُر ہے یا ایسا کون سا فارمولا ہے جس کی وجہ سے اس کے سموسے اتنے ذائقہ دار ہیں۔ بس میرے من میں یہ سوال پیدا ہوا تو میں رُک گیا۔''
''ہاں یار! بات تو تم نے بڑے پتے کی کی ہے۔ ہر کوئی بس کھا کر ہی چلا جاتا ہے، اس کا رَاز تو معلوم ہونا چاہیے۔'' علی نے میری تائید کی اور ہم دکان کے اندر داخل ہو گئے۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان لڑکا سر پر ٹوپی سجائے بہت پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ گاہکوں سے معاملات کر رہا تھا۔ ہم اس کے قریب ہو گئے۔ سلام دعا کے بعد ہم نے بات کو طول دینے کی بجائے اپنے مقصد کی بات شروع کی:
''میرا نام محمد خزیمہ ہے۔ آپ کا نام؟''
چوں کہ یہ بات بھی پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ بات مجھے ہی کرنی ہے، لہٰذا بات کا آغاز کرتے ہوئے میں نے اسے اپنا نام بتاتے ہوئے اس سے اس کا نام پوچھا۔
''میرا نام حنین ہے، محمد حنین۔'' اس نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''ہم آپ سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ محسوس نہ کریں تو کیا ہم پوچھ سکتے ہیں؟''
''جی، جی، کیوں نہیں، بڑی خوشی سے، بل کہ ایک منٹ رکیے۔ حیان! حیان بھائی! بات سنو ذرا! ادھر کاؤنٹر پر آپ آجاؤ، میں ذرا اِن مہمانوں سے بات کرلوں۔'' یہ کہہ کر حنین اپنی جگہ سے اٹھا، اس کی جگہ اس کا بھائی آکر بیٹھ گیا اور حنین ہمیں لے کر ساتھ بنے کیبن میں آگیا۔
''سموسے کھائیں گے؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں شکریہ۔ اگرچہ دل تو چاہ رہا ہے مزید کھانے کا، حالاں کہ پہلے ہی ہم کافی کھا چکے ہیں، مگر اس وقت ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''
''جی بالکل! حکم کریں۔ اگر مناسب ہوگا تو ضرور بتاؤں گا۔''
''حنین بھائی! ہم سب آپ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس شہر میں اور بھی بہت ساری اور پرانی دکانیں اور کھانے کی جگہیں موجود ہیں۔ ان کی تزئین و آرائش بھی بہت ہی اچھی ہے، مگر آج تک ان کے پاس اتنے گاہک اور اُن کے سموسوں میں اتنا ذائقہ نہیں پایا جتنا آپ کے سموسوں میں ہے۔ بس پوچھنا یہ ہے کہ ان سموسوں میں آپ کیا ایسی چیز ڈالتے ہیں کہ ہم اتنی دور سے آئے ہیں اور ہمارے علاوہ بھی بہت سارے لوگ دور دُور سے آتے ہیں کھانے کے لیے۔''
''میں آپ کا سوال سمجھ گیا ہوں خزیمہ بھائی! بات دراصل یہ ہے کہ سموسوں میں تو ہم عمومی چیزیں ہی ڈالتے ہیں، مگر ایک بات ہے، بتانی تو نہیں چاہیے، کیوں کہ اپنی تعریف آپ والی بات ہے، مگر آپ چوں کہ خصوصی طور پر پوچھنے آئے ہیں تو بتا ہی دیتا ہوں، لہٰذا سنیے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب میں نے یہاں اس جگہ یہ دکان کھولی تو بہت سارے احباب اور دوستوں نے مجھے منع کیا کہ کھانے کا مقام نہ بناؤں، کسی اور چیز کی دکان بنالوں، کیوں کہ یہاں پہلے سے ہی بہت دکانیں ہیں، تمھاری دکان نہیں چلے گی، مگر میں چوں کہ یہی کام جانتا تھا، لہٰذا استخارہ کر کے اور اللہ کا نام لے کر میں نے یہ دکان کھول لی۔
شروع میں تو بہت پریشانی ہوئی، کوئی لینے ہی نہیں آتا تھا۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ بسا اوقات خرچہ ہی پورا نہیں ہوتا تھا۔ بسا اوقات کیا، اکثر ہی ایسا ہوتا کہ نقصان ہو جاتا تھا۔ کام اگر ایسے ہی چلتا رہتا تو شاید میں اب تک دکان ہی ختم کر چکا ہوتا، مگر ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں نے معمول کے مطابق دکان کھولی۔ اس وقت میں اکیلا ہی ہوتا تھا، کسی کو ملازم نہیں رکھ سکتا تھا، اسی لیے اکیلے ہی سارے کام کرتا تھا، صفائی ستھرائی، سب کچھ۔ صفائی ستھرائی کر کے میں بیٹھ گیا۔ اس دن دوپہر تک کوئی بھی گاہک نہ آیا۔ دوپہر کے

قریب جب کہ میں بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا اور گھر جانے کا سوچ رہا تھا کہ چلو گھر جا کر کھانا کھا کر آتا ہوں، کچھ ذہن بھی پُرسکون ہو جائے گا کہ اسی وقت میری دکان کے باہر ایک گاڑی آ کر رُکی، اس میں سے ایک باشرع شخصیت باہر آئی۔ ان کے ساتھ ایک دو ساتھی اور بھی تھے۔ وہ بڑی تواضع کے ساتھ میری دکان میں آئے اور بہت ہی محبت سے انھوں نے مجھے سلام کیا۔ میں تو اُن کے اندازِ گفتگو سے ہی بہت متاثر ہو گیا۔ انھوں نے سموسے کھائے۔ میرے نہ نہ کرنے کے باوجود اُنھوں نے پیسے، کھائے ہوئے سموسوں سے بھی زیادہ دیے تو اُن کی محبت سے میری آنکھیں بہنے لگیں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا:

''بیٹا! کیا پریشانی ہے؟''

ان کے سوال میں پتا نہیں کیا اپنائیت تھی کہ میں نے اپنی دکان کی پریشانی اور حالات کے بارے میں سب کچھ انھیں بتا دیا۔ انھوں نے مجھے ایک گُر بتایا اور وعدہ لیا کہ اس پر میں جب تک عمل کرتا رہوں گا اس وقت تک میری دکان سے گاہک ختم نہیں ہوں گے۔ میں رزق سمیٹ سمیٹ کر تھک جاؤں گا، مگر کمی نہیں آئے گی۔ میں نے کہا:

''ضرور بتائیے۔'' اُس اللہ والے نے بتلایا کہ بیٹا! ہمارے پیارے نبی ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ ''انسان جب گناہ کرتا ہے تو اُس کی نحوست سے وہ انسان، رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ سے رزق کم ہوتا ہے تو یقیناً نیکی کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ آج تم مجھ سے وعدہ کرو کہ ہر ممکن کوشش کر کے تم ہر قسم کے گناہ سے بچو گے۔ سابقہ کمی کوتاہیوں پر تہ دل سے معافی مانگو گے اور ہر فرض کو پورے طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کرو گے، کبھی کسی فرض کی ادائیگی میں سستی نہیں کرو گے۔ اگر یہ سب وعدے تم میرے ساتھ کرو تو میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تمھارے رزق میں خدا کے فضل سے برکت ہی برکت ہوتی جائے گی۔ اتنی کہ تم رزق سمیٹ سمیٹ کر تھک جاؤ گے، مگر تمھارا رزق تم سے سمیٹا نہیں جائے گا۔

بس خزیمہ بھائی! اسی وقت سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے میں نے عزم کر لیا کہ ہر ممکن کوشش کر کے آئندہ بھی میں ہر قسم کے گناہ سے بچوں گا، ان شاء اللہ! اور فرائض کی ادائیگی میں بالکل کاہلی اور سستی کا مظاہر نہیں کروں گا۔ بس میرے اس عزم کی دیر تھی، چند ہی دن میں میرا کام خوب بڑھ گیا اور مجھے کام کے لیے دکان پر ملازم رکھنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ میں نے دکان پر دو تین ملازم رکھ لیے۔ اور ہاں، اپنی دکان پر بھی میں انھی لڑکوں کو ملازم رکھتا ہوں جو میرے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بھرپور کوشش کریں گے کہ گناہوں سے بچیں، فرائض، خصوصاً نماز کی ادائیگی کی پابندی کریں۔ اگر میرا کوئی ملازم کوئی غلطی کرتا ہے اور مجھے پتا چل جائے تو میں اسے ایک مرتبہ تنبیہ کرتا ہوں۔ اگر وہ آئندہ نہ کرنے کا وعدہ کر لے تو ٹھیک، ورنہ میں اس سے معذرت کر لیتا ہوں۔

اور ہاں یہ جو آپ کو میرے چہرے پر سنت رسول ﷺ نظر آ رہی ہے، یہ بھی اسی عزم کا نتیجہ ہے۔ بس رزق کی برکت کے اس سبب کا مجھے تو پتا ہے، اس کے علاوہ کا مجھے پتا نہیں، بل کہ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ واقعی اسی کی برکت نے ہی مجھے مال دار اور اَمیر کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے میرے رزق میں برکت ہو گئی ہے اور میں امیر ہو گیا ہوں، الحمد للہ! اس کے علاوہ کا مجھے علم نہیں۔ جو پتا تھا وہ آپ کو بتا دیا۔'' حنین نے انتہائی تفصیل سے ہمیں ہمارے سوال کا جواب دیا۔

''ارے حنین بھائی! اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز سبب ہو سکتی ہے رزق میں برکت کی! یقیناً آپ کے رزق میں برکت کا یہی ذریعہ ہے۔ واقعی گناہ، انسان کو رِزق سے محروم کر دیتا ہے اور نیکی، انسان کے رزق کو بڑھا دیتی ہے اور رِزق میں برکت کا ذریعہ بنتی ہے۔''

ہمیں ہمارے سوال کا جواب مل چکا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسی عزم سے حنین سے اجازت لے کر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم میں سے بھی ہر ایک آئندہ ان شاء اللہ! ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے گا اور فرائض کی ادائیگی میں بالکل کاہلی نہیں کرے گا، تا کہ ہم بھی دنیا اور آخرت، دونوں جہانوں میں امیر ہوں۔

کوپن برائے
بلاعنوان ۱۹۸

نام: ________ ولدیت: ________

مکمل پتا: ________

فون نمبر: ________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۹۶

نام: ________ ولدیت: ________

مکمل پتا: ________

فون نمبر: ________

سوال آدھا جواب آدھا ۵۳

نام: ________ ولدیت: ________

مکمل پتا: ________

فون نمبر: ________

تعلیمی کھیل ۳

نام: ________ ولدیت: ________

مکمل پتا: ________

فون نمبر: ________

انعامی سرورق فروری 2024

نام: ________ ولدیت: ________

مکمل پتا: ________

فون نمبر: ________

ہدایات: جوابات ۲۹ ،فروری ۲۰۲۴ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں ......☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔
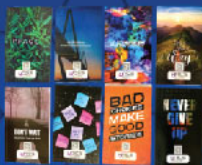
کڈز کلیکشن شوز
اشتہار کی تصویر دیکھانے
پر ٪10 ڈسکاؤنٹ دیا جائے گا
اتوار کو دکان 2:30 بجے کھلتی ہے۔
0316-2709797
اللہ کا شکر
رمضان سے قبل
عید کی خریداری
کرلی۔
امپورٹڈ عمرہ سلیپر
عید کی ورائٹی
ڈسپلے ہوگئی ہے۔
Shop #09,Star Center Near
Chawla Center, Main Tariq Road,Karachi.
Tel:021-34315359
Shop #01,Saima Paari
Glorious,Opposite Sindh Lab Main
Tariq Road,Karachi.Tel:021-34382622